رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا

توکّل علی اللہ

عطاء المجیب راشد

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کا

توکّل علی اللہ

☆

محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد
امام مسجد فضل۔لندن

نام کتاب: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل علی اللہ

مصنف: محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد
امام مسجد فضل ۔لندن

تاریخ اشاعت: جولائی ۲۰۰۵

ناشر: جماعت احمدیہ ۔برطانیہ

مطبع: رقیم پریس ۔اسلام آباد (برطانیہ)

THE HOLY PROPHET'S ABSOLUTE TRUST IN ALLAH

This book is based on a speech delivered by Maulana Ataul Mujeeb Rashed, Imam of the London Mosque,on 31st July 2004 at 38th Jalsa Salana UK. Printed by Jamaat Ahmadiyya United Kingdom in July 2005.

Printed at Raqeem Press, Islamabad, Tilford, Surrey, UK

تعارف

جماعت احمدیہ برطانیہ کا اڑتیسواں جلسہ سالانہ مورخہ ۳۰۔۳۱ جولائی و یکم اگست ۲۰۰۴ کو اسلام آباد ٹلفورڈ، سرے، انگلستان میں منعقد ہوا۔ برطانیہ میں منعقد ہونے والا خلافت خامسہ کا یہ دوسرا جلسہ سالانہ تھا جس میں امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شمولیت فرمائی اور دنیا کے گوشے گوشے سے تشریف لائے ہوئے احباب جماعت بھی شامل ہوئے۔

اس عالمگیر سہ روزہ جلسہ سالانہ میں ۳۱ جولائی ۲۰۰۴ کو دوسرے اجلاس کی صدارت مکرم ومحترم حضرت مرزا عبدالحق صاحب، ایڈووکیٹ صوبائی امیر پنجاب جماعت احمدیہ پاکستان نے کی۔ ماشاء اللہ آپ کی عمر ۱۰۵ سال ہے۔ اس اجلاس میں مکرم محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج برطانیہ وامام مسجد فضل لندن نے ''رسول مقبول ﷺ کا توکل علی اللہ'' کے موضوع پر نہایت علمی، تحقیقی اور ایمان افروز تقریر پیش فرمائی۔ یہ تقریر بعد ازاں احمدیہ گزٹ کینیڈا اور ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن میں شائع ہو چکی ہے۔

تفصیلی نظر ثانی اور بعض مفید اضافہ جات کے بعد اب یہ تقریر افادۂ عام کے لئے پہلی بار جولائی 2005 میں جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے کتابی شکل میں پیش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت ہر لحاظ سے مفید اور بابرکت بنائے آمین

(ناشر)

فہرست مضامین

☆ ابتدائیہ	9
☆ توکل کا حقیقی مفہوم	9
☆ توکل کی عملی تشریح	12
☆ قرآن مجید اور بائیبل کی گواہی	14
☆ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے چند عارفانہ ارشادات	17
☆ توکل کا مقام خاتَم	19
☆ توکل علی اللہ کا شجرۂ طیبہ	21
☆ واقعات کی دنیا میں	22
☆ ایک عظیم نکتۂ معرفت	36
☆ غزوات النبیؐ میں توکل علی اللہ	37
☆ واقعۂ ہجرت میں توکل علی اللہ	50
☆ اختتامیہ	63

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول مقبول ﷺ کا توکّل علی اللہ

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاo وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًاo وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِیْرًاo وَ لَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا o

(سورۃ الاحزاب:۴۶ تا ۴۹)

اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔ اور مومنوں کو خوشخبری دیدے کہ (یہ) ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کر اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دے۔ اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

ابتدائیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد کرم اور اس عاجز کی بے انتہا خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ عشاقِ اسلام کے اس مقدس عالمگیر اجتماع میں مجھے ایک ایسے موضوع پر کچھ عرض کرنے کی توفیق مل رہی ہے جو ہر مومن کی روح کی غذا ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی بابرکت سیرت کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر جتنا بھی کہا جائے، کبھی بھی موضوع کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ بیان کرنے والے کے دل کی حسرت پوری نہیں ہوتی اور سننے والوں کے دل بھی اس زندگی بخش تذکرہ سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ سیرت النبی ﷺ کا موضوع واقعی کیسا دلربا موضوع ہے۔ ایک طرف دلوں اور روحوں کو سیراب کرتا ہے تو دوسری طرف ان کی تشنگی کو مزید بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ آج اس عاجز کو سیرت النبی ﷺ کے جس پہلو پر کچھ عرض کرنا ہے وہ توکل علی اللہ ہے۔

توکل کا حقیقی مفہوم

توکل ایک عربی لفظ ہے جس کے لفظی معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنے آپ کو کلیتہً اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور اپنے نفس کو اس کے آستانہ پر ڈال دے۔ توکل کے مضمون میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور مہیا کردہ اسباب وقوانین کو اختیار کرے لیکن اس اعتدال کے ساتھ کہ نہ تو کلیتہً اسباب کا بندہ بن کر رہ جائے اور نہ یہ ہو کہ رعایتِ اسباب کو بالکل

نظر

انداز کر دے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں توکل کا یہی مفہوم سمجھایا ہے کہ عندالضرورت خداداد طاقت و صلاحیت کو انسانی وسعت کی آخری حد تک بروئے کار لایا جائے۔ اس کے باوجود انسانی کوشش میں جو کمی یا نقص رہ جائے اسے خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیّتِ بالغہ سے خود اسے پورا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

''توکل ایک طرف سے توڑ اور ایک طرف جوڑ کا نام ہے''

(ملفوظات، جلد ۵ صفحہ ۱۹۲)

توکل کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمائی ہے:

''توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں، ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ (اے) خدا! تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو اُن اسباب کو بھی برباد وتہ و بالا کر سکتے ہیں، اُن کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا''

(الحکم جلد ۷ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰)

تدبیر اور توکل کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انسان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اور انسان کے امکان اور طاقت میں ہو خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو پھر اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معنے نہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنی ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑے۔ اس کا نام توکل ہے۔ اگر تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکل کرتا ہے تو اس کا توکل پھوکا ہوگا اور نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے تو وہ تدبیر بھی پھوکی ہوگی''

(ملفوظات، جلد ۶ صفحہ ۳۳۴)

توکل کی عملی تشریح

اس امر کی ایک خوبصورت اور عملی تشریح ہمیں ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک واقعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس نے دیکھا۔ تعظیم کے لیے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکل کرے اور تدبیر نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے۔ واپس آکر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے تو توکل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا اور پھر توکل کرتا تو ٹھیک ہوتا۔''

(ملفوظات، جلد ۶ صفحہ ۳۳۴)

ایک روایت یوں بھی آتی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھوں اور پھر توکل کروں یا اُسے آزاد رہنے دوں اور خدا پر توکل کروں۔آپ نے فرمایا: اِعْقِلْهَاوَ تَوَکَّلْ کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھواور پھر توکل کرو۔

(ترمذی جلد۲ باب صفة القیامة)

یادرکھنا چاہئے کہ گھٹنا باندھ کر معاملہ کو خدا کے سپرد کردینا درحقیقت توکل کی پہلی منزل ہے۔ یہ ایک عام انسان کا مقام ہے۔توکل کا مضمون بہت گہرا ہے اور اسکی راہیں بہت باریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرتوں پر کامل ایمان رکھنے والے مومن کے توکل کا معیار اس سے بہت بلند ہوتا ہے۔اسباب موجود ہوں تو وہ حکم خداوندی کے مطابق ان کو ضرور استعمال کرتا ہے لیکن اس بات پر بھی کامل یقین رکھتا ہے کہ ایک قادروتوانا خدا ہے جو کل اسباب کا خالق و مالک ہے۔ وہ آستانہ الوہیت پر جھکتا ہے اور رحمت باری تعالیٰ کو اس طرح حرکت دیتا ہے کہ خدا جو اسباب کا پابند اور محتاج نہیں، اپنی قادرانہ قدرت کی تجلی سے معجزانہ طور پر غیر ممکن باتوں کو بھی ممکن بنا دیتا ہے۔ یہ توکل کا وہ مقام ہے جو مومنوں کی زندگیوں میں اور خاص طور پر انبیاء کرام کی زندگیوں میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یہ حقیقی اور سچا توکل علی اللہ اپنے نقطۂ معراج پر نظر آتا ہے۔ اس اعلیٰ مقامِ توکل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے''

(کشتی نوح صفحہ ۱۳، روحانی خزائن جلد ۱۹)

قرآن مجید اور بائیبل کی گواہی

قرآن مجید میں توکل کا مضمون بڑی کثرت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔توکل علی اللہ کو مومنوں کی ایک صفت قرار دیا گیا ہے۔انبیاء کرام کے حوالہ سے بڑی کثرت سے یہ بات مذکور ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کا نمونہ دکھایا۔انبیاء کے ماننے والوں کے توکل کا بھی ذکر ملتا ہے۔سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ توکل کے ضمن میں ہمارے پیارے ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کا ذکر مختلف انداز میں ملتا ہے۔توکل علی اللہ کے سلسلہ میں آپ کے عملی نمونوں کو قرآن کریم نے ہمیشہ ہمیش کے لئے مشعلِ راہ کے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔قرآن مجید کی گیارہ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور پیارے رسول ﷺ کو توکل کی تاکید فرمائی ہے۔گیارہ کی تعداد میں کیا حکمت ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔لیکن یہ مضمون بہت واضح ہے کہ آپ ؐ کو توکل اختیار کرنے کی اس تاکید میں دراصل آپ کی ساری کی ساری امت قیامت تک کے لئے مخاطب ہے۔اس امر کی لطیف حکمتوں کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔فرمایا:

”یہ قرآنی فرمان اصل میں تو آنحضرت ﷺ کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تسلی کا پیغام تھا کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی بےفکر رہ اور اپنے صحابہؓ کو بھی تسلی کروا دے کہ جیسے بھی حالات ہوں....... یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔پہلے بھی اللہ تعالیٰ کارساز رہا ہے، تجھے ہر مشکل اور ہر مصیبت سے نکالتا رہا ہے اور

آئندہ بھی وہی کارساز ہے....... پس آپؐ اسی پر ہمیشہ کی طرح توکل کرتے رہیں۔ یہ تسلّی خداتعالیٰ نے اس لئے نہیں دی تھی کہ خدانخواستہ آپؐ خوفزدہ تھے یا توکّل میں کوئی کمی آگئی تھی۔ بلکہ یہ صحابہ کے حوصلے بڑھانے کے لئے تھا کہ کسی کمزور دل میں بھی کبھی یہ خیال نہ آئے کہ ہم کمزور ہیں اور اتنی طاقتوں کے سامنے ہم کسی طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ دشمن پر بھی اظہار ہو جائے کہ ہم تمہارے سامنے جھکنے والے نہیں، ہم ہمیشہ کی طرح اس خدائے واحد پر ہی توکل کرتے ہیں اور اس یقین سے پُر ہیں کہ وہ ہمیشہ کی طرح ہمارا مددگار رہو گا، ہماری مدد فرماتا رہے گا۔ اور دشمن ہمیشہ کی طرح ناکام ونامراد ہوگا‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸اپریل ۲۰۰۵)

علاوہ ازیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ پاک ﷺ کے متوکل ہونے کی گواہی بار بار دی ہے اور ظاہر بات ہے کہ علاّمُ الغیوب خدا کی گواہی سے بڑھ کر کس کی گواہی سچی اور قطعی ہوسکتی ہے۔ خود رسولِ پاک ﷺ تو اپنے طبعی حجاب اور غایت درجہ منکسر المزاجی کی وجہ سے اپنی صفاتِ حسنہ کا کبھی بھی برملا اظہار پسند نہ فرماتے تھے لیکن وہ خدا جو آپؐ کی ہر حرکت وسکون پر نظر رکھنے والا اور آپ کی دلی حقیقی کیفیات سے خوب واقف تھا اس خدائے علیم وخبیر نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب! تو میرے اذن اور میری اجازت سے اس بات کا اعلان کر دے کہ تو توکل علی اللہ کے مقامِ محمود پر فائز ہے۔ قرآن مجید کی درجِ ذیل آیات اس پر گواہ ہیں:

﴿ قُلْ هُوَ رَبِّىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴾

(الرعد ۱۳:۳۱)

تو کہہ دے وہ میرا رب ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ اُسی پر میں توکل کرتا ہوں اوراسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔

﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴾ (التوبة ۱۲۹:۹)

پس اگر وہ پیٹھ پھیرلیں تو کہہ دے میرے لئے اللہ کافی ہے۔اس کے سوااور کوئی معبود نہیں۔اسی پر میں توکّل کرتا ہوں اوروہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔

﴿ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیْ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ﴾(الشوریٰ ۱۱:۴۲)

یہ ہے اللہ جو میرا رب ہے۔اسی پر میں توکل کرتا ہوں اوراسی کی طرف میں جھکتا ہوں۔

بائیبل میں بھی رسولِ پاک ﷺ کی اعلیٰ صفات کا ذکر ملتا ہے۔ان صفات میں توکل کی صفت بھی شامل ہے۔

حضرت عطا بن یسارؓ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا۔ میں نے کہا مجھے حضور ﷺ کی اس صفت کے متعلق بتائیں جو تورات میں مذکور ہے۔ انہوں نے فرمایا۔اللہ کی قسم! آپ ؐ کو تورات میں بعض ایسی صفات سے موصوف کیا گیا ہے جن سے قرآن میں بھی آپ ؐ کو موصوف کیا گیا ہے۔پھر قرآنی آیت پڑھی کہ ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴾ (الاحزاب: ۴۶) کہ اے رسول! یقیناً ہم نے تجھے شاہد اور مبشر اور ڈرانے والا بنا کر اور امیّون کے لئے محافظ بنا کر بھیجا ہے۔تو میرا بندہ اور رسول ہے۔سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّل میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔

(بخاری کتاب البیوع باب کراھیة الصخب فی السوق)

پس یہ وہ متوکل انسان تھا ﷺ جس کا نام سینکڑوں ہزاروں سال پہلے سے اللہ تعالیٰ نے مُتوکّل رکھ دیا تھا!

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے چند عارفانہ ارشادات

جہاں تک ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد عربی ﷺ کا تعلق ہے آپؐ كَانَ خُلُقُه الْقُرْآنَ کے مطابق قرآن مجید کی جملہ تعلیمات پر سب سے زیادہ عامل اور ان کی مجسم تصویر تھے۔آپؐ کے مقامِ توکل علی اللہ کا اندازہ لگانا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔اس کے لیئے ایک عارف باللہ کی نظر اور چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس موضوع پر حضرت نبی اکرم ﷺ کے روحانی فرزند جلیل،حضرت امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔اس لیئے مضمون کو آگے بڑھانے اور واقعات کے آئینہ میں توکل علی اللہ کی جھلک دیکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے پر معارف ارشادات سے روشنی اور بصیرت حاصل کریں۔دو ارشادات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔آپؑ نے فرمایا:

> ''واقعات حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم واُمید سے بالکل مُنہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اِس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ

توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدّتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنیوالا ایک بھی ثابت نہیں۔''

(براہین احمدیہ جلد اوّل۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۱۱۱۔ ۱۱۲)

اسی موضوع پر آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی ﷺ پر تیرہ برس تک ملّہ معظّمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامِل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سُست نہ ہونا اور کسی کے رُعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پُورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۷)

توکل کا مقامِ خاتم

اللہ تعالیٰ کے سب انبیاء کرام اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر محکم ترین ایمان رکھنے والے اور کلیتہً اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے مقدس وجود ہوتے ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ، ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبییّن کے عالی منصب پر فائز فرما کر امام الانبیاء کا مرتبہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں نہ صرف جملہ انبیائے کرام کی صفات ودیعت فرمائیں بلکہ آپؐ کی زندگی میں ہر فضیلت اپنی معراج پر نظر آتی ہے۔ توکل علی اللہ کے باب میں بھی یہ کیفیت آپؐ کی ساری حیات طیبہ میں اس شان سے جلوہ گر نظر آتی ہے کہ پورے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ کو اس میدان میں بھی سب انبیاء کرام پر افضلیت اور اکملیت کا مقامِ خاتم عطا فرمایا گیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر آپؐ کی حیات طیبہ کے واقعات زندہ گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت آپ کی حیات طیبہّ مختلف ادوار میں سے گزری۔ زندگی میں نشیب و فراز آتے رہے۔ سیرت نبوی کا مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپؐ نے زندگی کے ہر موڑ پر، حالات کے ہر مرحلہ پر توکل علی اللہ کی صفت کو ہمیشہ سر بلند رکھا۔ توکل علی اللہ کی شمعِ فروزاں نے آپؐ کی مبارک زندگی کے ہر زاویہ کو منور کیا۔ مکّی زندگی کے پر آشوب دنوں میں جبکہ زہرہ گداز مظالم نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا، تیرہ سالہ عرصہ کا ایک ایک دن امتحان تھا۔ آپ کی ذات کو ظلم و

ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ آپؐ کے پیاروں اور جانثاروں سے آپؐ کی آنکھوں کے سامنے سفا کی اور بربریت کا سلوک کیا گیا لیکن آپؐ توکل علی اللہ کا پہاڑ بن کر یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے اور اپنے صحابہؓ کو بھی صبر و استقامت کی نصیحت کرتے ہوئے یہی فرماتے رہے کہ گھبراؤ نہیں یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی اور ایک دن خدا ضرور ہماری مدد اور نصرت فرمائے گا۔ آپ کا یہ نمونہ تھا جو صحابہؓ کے دلوں کا سہارا تھا۔

ہجرت کے بعد آپؐ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا جس میں آپؐ کو دشمنوں کے پے در پے حملوں کے جواب میں دفاعی جنگوں کے میدانوں میں اترنا پڑا۔ ہر غزوہ کے موقع پر نفری، اسلحہ اور تیاری کے لحاظ سے حملہ آور دشمن کا پلہ بھاری ہوتا۔ ان حالات میں میدان مقابلہ میں اترنا گویا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے والی بات ہوتی۔ عملاً بھی متعدد مراحل ایسے آئے کہ موت آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی اور وقتی طور پر ہزیمت کی سی کیفیّت سے بھی گزرنا پڑا لیکن ان حوصلہ شکن اور انتہائی خطرناک حالات میں بھی ہمارے پیارے آقا محمد عربی ﷺ نے استقامت، جرأت، یقین اور توکل علی اللہ کے ایسے ایسے ایمان افروز نمونے دکھائے کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ دشمنانِ اسلام آج بھی ان واقعات کو حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آقائے دو جہاں محمد مصطفٰے ﷺ کی عظمت و رِفعت کو خَراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

توکل علی اللہ کا شجرۂ طیبہ

توکل علی اللہ کو اگر ایک درخت سے تشبیہ دی جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی زندگی میں یہ شجرۂ طیبہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ یہ ایک ایسا سدا بہار درخت تھا جس کو ہر زمانہ میں شیریں ثمر لگتے رہے۔ آپؐ کے توکل علی اللہ کو مکی دور میں صبر و استقامت کا پھل لگا۔ ظلم وستم کی ہر یلغار کے مقابل پر آپؐ ایک مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر کامل توکل اور بھروسہ کی بدولت آپؐ سارا وقت کوہِ استقامت بن کر کھڑے رہے۔ مدنی دور آیا تو وہاں مخالفین اسلام نے آپؐ کو اور آپؐ کے مشن کو ختم کرنے کی نیت سے پے در پے حملے کئے۔ اور آپؐ کو دفاعی جنگوں کی خاردار وادیوں میں اترنا پڑا۔ اس موقعہ پر آپؐ کے توکل علی اللہ کے درخت کو جرأت و بہادری، خودداری، عفوو درگزر اور عدل وانصاف کے شیریں پھل لگے۔ آپؐ پہ تنگی اور ناداری کا زمانہ بھی آیا اور مالی فراخی کا بھی، کمزوری کا وقت بھی آیا اور اختیار و اقتدار کا وقت بھی۔ آپ عددی قلت کے دور سے بھی گزرے اور تعداد کے لحاظ سے کثرت کا زمانہ بھی آپؐ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ آپؐ کی ساری زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ اس عبد کامل ﷺ نے ہر حالتِ عسر و یسر میں توکل علی اللہ کا بے نظیر اور عدیم المثال نمونہ پیش فرمایا۔ آپؐ کے توکل علی اللہ کا شجرۂ طیبہ ہر دور میں شیریں ثمرات سے لدا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

حق یہ ہے کہ ہمارے ہادیٔ کامل حضرت محمد عربی ﷺ کی ساری زندگی توکل علی اللہ کے حسین نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر یقینِ محکم

اور قادر و توانا خدا کی تائید و نصرت پر کامل بھروسہ آپؐ کی حیات طیبہ کے ایسے عنوان ہیں جن کی جھلک آپؐ کی ساری زندگی پر محیط نظر آتی ہے۔ آپؐ نے ہر حالت میں، ہر موقع پر توکل علی اللہ کا علم سر بلند رکھا۔ توکل کے اچھوتے اور دلکش انداز اختیار فرمائے، نئے سے نئے اسلوب دنیا کو عطا فرمائے اور توکل علی اللہ کی ہر راہ میں اپنے اسوہ حسنہ سے ایسے سنگِ میل نصب فرمائے جو رہتی دنیا تک روشنی اور عظمت کے مینار کے طور پر قائم رہیں گے۔ چند ایک متفرق واقعات پیش کرتا ہوں۔

واقعات کی دنیا میں

رسول مقبول ﷺ کے توکل علی اللہ کے اس اجمالی ذکر کے بعد آیئے ہم واقعات کی دنیا میں اتر کر دیکھیں کہ ہمارے پیارے آقاؐ نے کس کس انداز میں توکل علی اللہ کی شمعیں فروزاں کی ہیں۔

آپؐ کی مطہر زندگی میں توکل علی اللہ کے ایمان افروز واقعات اس کثرت سے نظر آتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ خوبصورت ستاروں سے بھرا ہوا آسمان ہے۔ ہر ستارہ ایک دلآویز رعنائی رکھتا ہے اور ستاروں کی یہ خوبصورت کہکشاں ایک مسحور کن منظر پیش کرتی ہے۔

☆ عین جوانی میں جب رسولِ خدا ﷺ کی مکہ کی ایک مالدار اور نیک خاتون حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو غلام اور زرِ کثیر تحفہ کے طور پر دیا۔ کوئی اور ہوتا تو خوشی سے پھولے نہ سماتا اور مال کثیر کو تجارت سے مزید

بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا کہ کہیں یہ دولت کم نہ ہو جائے لیکن رسولِ خدا ﷺ کی سوچ بالکل مختلف تھی ۔ بن مانگے کثیر دولت پانے پر آپؐ کا دل اس خدا کے شکر سے لبریز ہو گیا جو ہر خیر و برکت اور دولت کا عطا کرنے والا ہے۔ آپؐ کا دل اس یقین سے بھر گیا کہ جس خدا نے آج دیا ہے وہ کل بھی دینے پر قادر ہے اور اسکے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے شکر گزاری کے جذبہ سے سب غلاموں کو آزاد کر دیا اور ساری دولت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی!

☆ منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے کی بات ہے آپؐ نے مجلسِ حلف الفضول میں اس غرض سے شمولیت فرمائی کہ مظلوموں کی مدد کی جا سکے اور انہیں ان کا حق دلایا جائے ۔ دعویٰ نبوت کے بعد مکہ کے سردار ابوجہل نے آپ کی مخالفت میں طوفان کھڑا کیا ہوا تھا۔ ابوجہل کے ایک قرض خواہ نے اس سے قرض کا مطالبہ کیا تو اس کے انکار پر وہ رؤسائے مکہ کے پاس دادرسی کے لیئے آیا۔ کسی نے شرارت سے کہا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور معاہدہ کے حوالے سے کہو کہ میرا حق دلایا جائے ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ یا تو آپ ڈر جائیں گے اور مدد سے انکار کر کے وعدہ شکنی کے مرتکب ہوں گے اور یا ابوجہل آپ کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ وہ شخص آپؐ کے پاس آیا اور مدد کی درخواست کی ۔ آپؐ فوراً مظلوم کی مدد پر کمر بستہ ہو گئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے بڑے حوصلہ اور عزم سے گئے اور ابوجہل کو کہا کہ اس قرض خواہ کی رقم ادا کرو۔ آپؐ نے کچھ ایسے انداز میں یہ بات کہی کہ وہ مرعوب ہو گیا اور فوراً ادائیگی کر دی۔ لوگوں کے

پوچھنے پر بتایا کہ میں نے دو مست اونٹ دیکھے تھے جو مجھ پر حملہ آور تھے۔ اس واقعہ میں رسولِ خدا ﷺ کی جرأت بھی نظر آتی ہے اور توکل علی اللہ بھی۔ آپ نے ایک نیک مقصد کی خاطر اپنی عزت کو خطرہ میں ڈال دیا اور سرخرو ہو کر لوٹے۔

☆ اسلام کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ جب مکہ میں رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا تو رؤسائے مکہ نے سوچا کہ ہم لالچ اور دباؤ کے ذریعہ اس پیغام کو ہمیشہ کے لیئے دبا دیں۔ وہ رسولِ پاک ﷺ کے چچا ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اس کام سے روکیں۔ اگر وہ عزت کا خواہاں ہے تو ہم اسے سردار بنانے کو تیار ہیں، دولت کا آرزومند ہے تو ہم اس کے لیئے دولت کا انبار لگا دیتے ہیں اگر شادی کی خواہش ہے تو اسکی پسند کی خوبصورت عورت سے شادی کرا دیتے ہیں لیکن ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ توحید کی منادی کرے اور ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہے۔ انہوں نے ابو طالب سے مطالبہ کیا کہ یا تم اپنے بھتیجے کو اس بات سے روکو ورنہ اسے اپنی پناہ سے آزاد کر دو یا پھر اپنی سرداری سے ہاتھ دھو لو۔ ابو طالب نے یہ بات آپؐ سے بیان کی تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے جرأت و استقامت اور توکل علی اللہ کا بے نظیر مظاہرہ فرمایا۔ آپؐ نے فوراً فرمایا:

> چچا! آپ میری وجہ سے اپنے آپ کو مشکل میں نہ ڈالیں۔ آپ بیشک میرا ساتھ چھوڑ دیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اور اے میرے چچا! میں یہ بھی آپ کو بتا

> دوں کہ میں تو اپنے مولیٰ کا ہو چکا ہوں وہی میرا سہارا اور معین و مددگار ہے۔ مجھے ان دنیاوی سہاروں اور وجاہتوں کی قطعاً ضرورت نہیں۔ جن چیزوں کی پیشکش یہ کررہے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟ یہ لوگ اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لاکر رکھ دیں اور پھر مجھ سے یہ چاہیں کہ میں توحید کی منادی سے رک جاؤں تو بخدا یہ بات کبھی نہ ہوسکے گی۔ میں زندگی کے آخری سانس تک توحید کی منادی کرتا چلا جاؤں گا اور اسی راہ میں ساری زندگی قربان کردوں گا۔

توکل اور استقامت کا یہ اعلان سن کر ابوطالب کی خوابیدہ فطرت بیدار ہوگئی۔آپ نے کہا:

> اے میرے بھتیجے! جا اور اپنا فرض ادا کرتا رہ۔قوم اگر مجھے چھوڑنا چاہتی ہے تو بے شک چھوڑ دے لیکن میں تجھے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔

(سیرۃ ابن ھشام ـالجزء الاول ذکر ما دار بین الرسول ﷺ و ابی طالب)

☆ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے موقعہ پر بھی رسول کریم ﷺ کے توکل علی اللہ کی عجیب شان نظر آتی ہے۔حضرت عمرؓ آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ راستہ میں بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو فوراً ان کا رخ کیا اور سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھنے سے یکدفعہ دل کی کایا پلٹ گئی۔اسی طرح ننگی تلوار ہاتھ میں لئے دارِارقم پہنچے جہاں رسولِ پاک ﷺ صحابہ کے ساتھ موجود تھے۔صحابہ نے اس دشمنِ

اسلام کو اس حالت میں دیکھا تو ڈرے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ۔لیکن رسولِ خدا ﷺ کے توکل علی اللہ اور جرأت کا عالم دیکھیئے کہ آپ نے ایک لمحہ توقف کیئے بغیر صحابہ سے فرمایا کہ ڈرو نہیں اور دروازہ کھول دو۔عمر تلوار پکڑے اندر داخل ہوئے ۔آپؐ آگے بڑھے اور فرمایا عمر! کس ارادہ سے آئے ہو؟ عمرؓ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! مسلمان ہونے آیا ہوں ۔آپؐ نے بلند آواز سے اللہ اکبر فرمایا اور صحابہ کے پر جوش نعروں سے مکہ کی ساری وادی گونج اٹھی!

(سیرۃ ابن ھشام ۔الجزء الاول ذکر سبب اسلام عمرؓ)

☆ سفرِ طائف کا واقعہ بھی ایک دلگداز واقعہ ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عزم و حوصلہ، استقامت اور توکل علی اللہ پر غیر معمولی روشنی ڈالتا ہے۔تبلیغ کے بے پناہ جذبہ سے سرشار آپ نے طائف کی بستی کا سفر اختیار کیا۔اس امید پر کہ شاید اہل طائف کو خدا تعالیٰ قبولِ حق کی توفیق عطا فرما دے لیکن یہ لوگ تو اہل مکہ سے بھی سنگدل نکلے ۔رؤسائے طائف نے نہ صرف دعوتِ اسلام کو رد کر دیا بلکہ شہر کے اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ان نوجوانوں نے کتے ساتھ لیے، جھولیوں میں پتھر بھر لیئے اور نہایت سفا کی سے سید المعصومین حضرت محمد عربی ﷺ پر اسقدر پتھراؤ کیا کہ آپ کا جسم لہولہان ہو گیا اور جوتیاں مقدس خون سے بھر گئیں ۔اس حالت میں ان ظالموں نے خدا کے فرستادہ کو بستی سے باہر دھکیل دیا۔آپ نے ایک قریبی نخلستان میں پناہ لی ۔پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو پہاڑوں کو الٹا کر اس بستی کا نام

ونشان مٹادوں لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں تو ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا پیغام لیکر آیا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں ایسے اشخاص پیدا کرے گا جو خدائے واحد کے پرستار بنیں گے۔

حضرت زید بن حارثہؓ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ جب آپ چند روز آرام کے بعد مکہ کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت زیدؓ نے عرض کیا: حضور! آپؐ پھر وہاں تشریف لے جا رہے ہیں حالانکہ قریش نے آپ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ آپ نے کمال توکل اور یقین سے فرمایا:

''زید! تم دیکھو گے کہ ایک دن اللہ اپنے دین کی مدد فرمائے گا اور اپنے نبی کو غلبہ نصیب کرے گا اور مشکلات کی یہ گھڑیاں ختم ہو جائیں گی''۔

اس وقت آپؐ کی حالت بہت ہی کسمپرسی کی تھی۔ دو بستیوں کے درمیان بے یارومددگار پڑے تھے لیکن اس حالت میں بھی حصولِ مدد کیلئے آپ کی نگاہ اٹھی تو اپنے قادر وتوانا خدا کی طرف اٹھی اور آپؐ نے ایک درد بھری دعا کی جس میں اپنی بے بسی کے حوالہ سے خالق کائنات سے مدد کی التجا کی۔ بہتے آنسوؤں کے ساتھ آپ نے یوں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُو ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَ ھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ۔ اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَ اَنْتَ رَبِیْ۔۔الخ

(سیرۃ ابن ھشام۔۔الجزء الثانی صفحہ۔۶۱ ذکر سعی الرسولؐ الی الطائف)

یعنی اے اللہ! میں اپنے ضعف و ناتوانی اور کوتاہئ تدبیر کا حال تیرے سوا کس سے کہوں۔ میں لوگوں میں رسوا ہو گیا ہوں۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے! تو غریبوں اور کمزوروں کا خدا ہے اور تو میرا بھی خدا ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کرے گا؟ کیا ایسے دشمن کے حوالے کرے گا جو مجھے تباہ کر دے یا کسی ایسے قریبی کے سپرد جسے تو میرے معاملہ میں سب اختیار دے دے؟ خیر! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں مگر ہاں تیری وسیع تر عافیت کا پھر بھی میں طلبگار ہوں۔ میں تیرے عزت والے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں کہ جس سے زمین و آسمان روشن ہیں اور جس نے اندھیروں کو منوّر کر دیا ہے اور دنیا اور آخرت کے معاملے جس کے ساتھ درست ہوتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری ناراضگی کا موجب ٹھہروں۔ تیری مرضی ہے، تو جو چاہے کرے کہ سب قوّت و طاقت تجھے ہی حاصل ہے۔

مشہور و معروف مصنف سر ولیم میور نے اپنی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' میں اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

There is something lofty and heroic in this Journey of Muhammad to At-Ta'if; a solitary man, despised and rejected by his own people, going boldly forth in the name of God, like Jonah to Nineveh, and summoning an idolatrous city to repent and

support his mission. It sheds a strong light on the intensity of his belief in the divine origin of his calling.

(Life of Muhammad by Sir William Muir, 1923 edtition, pp.112-113)

محمد (ﷺ) کے سفرِ طائف میں ایک شاندار شجاعت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اکیلا آدمی جس کی اپنی قوم نے اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور دھتکار دیا، خدا کے نام پر کس بہادری کے ساتھ نینوا کے یونس نبی کی طرح ایک بت پرست شہر کو توبہ کی اور اپنے مشن کی دعوت دینے کو نکل کھڑا ہوتا ہے۔ یہ بات اس کے پختہ ایمان کو خوب آشکار کرنے والی ہے کہ وہ اپنے آپ کو قطعی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتا تھا۔

(لائف آف محمد از سر ولیم میور مطبوعہ 1923 صفحات 112-113)

ایک غیر مسلم مستشرق کا یہ بیان آپ کے توکل علی اللہ کا منہ بولتا اعتراف ہے۔

☆ رسول پاک ﷺ کے عظیم الشان توکل علی اللہ کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ مدینہ میں ایک رات یکدم شور اٹھا کہ جیسے کسی فوج نے مدینہ پر حملہ کر دیا ہو۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ قیصر کی فوجوں کے حملہ کا خطرہ تھا۔ آدھی رات کو شور سن کر صحابہ پریشان ہو گئے اور تیاری کرنے لگے کہ باہر جا کر حقیقتِ حال معلوم کی جائے۔ ابھی

وہ یہ ارادہ کر ہی رہے تھے تو کیا دیکھا کہ سامنے سے حبیب خدا ﷺ گھوڑے پر سوار چلے آ رہے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو کوئی خطرہ کی بات نہیں ۔ میں سب جائزہ لے آیا ہوں ۔ (البخاری کتاب الجهاد باب السرعة والرکض فی الفزع)

آنحضرت ﷺ کی بہادری ، جرأت اور توکل علی اللہ کا کیا ہی ارفع مقام ہے کہ آدھی رات کو خطرہ محسوس ہوتا ہے اور آپؐ اکیلے ہی باہر نکل جاتے ہیں اور کسی کو ساتھ بھی نہیں لیتے ۔ گھوڑے پر زین ڈالے بغیر ، بے خوف وخطر گھوم پھر کر' حالات کا جائزہ لے کر واپس آ جاتے ہیں اور ان صحابہ کو تسلی دیتے ہیں جو ابھی باہر جانے کی تجویزیں سوچ رہے ہوتے ہیں ! **سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ** کا کیسا ایمان افروز نظارہ ہے !

☆ یہ جاننے کے لئے کہ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے یا نہیں اور یہ کہ توکل ہے تو کس معیار کا ہے، مشکلات اور آزمائش کی گھڑیاں اس کی میزان بن جاتی ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر خاص طور پر پانچ ایسے مواقع آئے جبکہ آپ پر سخت خطرے اور امتحان کی گھڑی تھی ۔ اور ان پانچوں مواقع پر خاص طور پر آپ نے بے مثال استقامت ، جرأت اور توکل علی اللہ کا نمونہ دکھایا ۔ ان مواقع کا ذکر متفرق مقامات پر کیا گیا ہے ۔ بطور مثال ایک واقعہ کا ذکر اس جگہ کرتا ہوں ۔

جب ہمارے آقا مبلغِ اعظم ﷺ نے وقت کے بادشاہوں کو بذریعہ خطوط دعوتِ اسلام دی تو ان میں شہنشاہِ فارس خسرو پرویز بھی شامل تھا ۔ کسریٰ ایران نے آپ کا خط سن کر بڑے تکبر اور رعونت سے خط ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔ جب آپ کو بادشاہ کے اس ردّ عمل کا علم ہوا تو

آپ نے دینی غیرت کے جوش میں اور اللہ تعالیٰ کی غالب تائید ونصرت پر کامل توکل کے نتیجہ میں بڑے جوش سے فرمایا:

''خدا خود ان لوگوں کو پارہ پارہ کرے''

(البخاری۔ کتاب الجهاد باب دعوة اليهودی والنصرانی و علی ما يقاتلون عليه وما كتب النبی ﷺ الی کسریٰ و قيصر)

اس کے بعد کسریٰ نے یمن کے گورنر کے ذریعہ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے دو سپاہیوں کو خط دے کر مدینہ بھجوایا۔ آپ نے خط کا مضمون سنا۔ جس میں لکھا تھا کہ فی الفور اپنے آپ کو ان لوگوں کے سپرد کر دیں۔ اس خطرناک موقع پر آپ نے کسی گھبراہٹ کا اظہار کئے بغیر ان لوگوں سے فرمایا کہ تم آج رات یہاں ٹھہرو میں انشاء اللہ تمہیں کل جواب دوں گا۔ اس رات خدا کے متوکل بندے نے اپنے مولیٰ سے کیا مناجات کیں، یہ کسی کو معلوم نہیں۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ اسی رات خدائے ذوالجلال نے اپنی طاقت وقدرت کا عظیم الشان جلوہ دنیا کو دکھایا۔ صبح ہوئی تو آپؐ نے ان نمائندوں کو فرمایا:

''تم واپس چلے جاؤ اور اپنے آقا والئ یمن سے جا کر کہہ دو کہ میرے رب نے آج رات تیرے رب یعنی کسریٰ کو قتل کر دیا ہے!''

(الخصائص الکبریٰ۔ الجزء الثانی صفحه ۱۰ باب ما وقع عند كتابه ﷺ الی کسریٰ)

وہ لوگ یہ بات سن کر ہکا بکا رہ گئے اور واپس چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔ یہ عظیم الشان واقعہ اللہ تعالیٰ کی غالب قدرت کا اور رسول خدا ﷺ کے

بے مثال توکل علی اللہ کا ایک درخشندہ نمونہ ہے۔

☆ رسولِ خدا ﷺ کے توکل علی اللہ میں ہر پہلو سے ایک عجیب شانِ دلربائی پائی جاتی ہے۔ آپؐ اگر چاہتے تو اپنے لئے دنیاوی اموال و اسباب کے پہاڑ اکٹھے کر لیتے لیکن آپؐ نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ اموال بکثرت آنے پر بھی اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا متوکلانہ نعرہ بڑی شان سے لگایا اور یہی نمونہ آپؐ نے اپنی ازواج اور اولاد کے لئے چھوڑا۔ آپؐ کی ساری زندگی اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ آپؐ کو ہر مرحلہ پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل رہی اور جب بھی ضرورت پیش آئی اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس ضرورت کو پورا کیا۔ ساری زندگی کا نچوڑ آپؐ کے سامنے تھا اور یہ یقین آپؐ کی روح کی پاتال تک اتر چکا تھا کہ جو معطی اور وہّاب خدا میری ضروریات کا متکفل رہا ہے وہ میرے بعد میرے پسماندگان کا بھی متولی ہوگا۔ خدا پر اس کامل توکل کی وجہ سے آپؐ نے نہ پسند فرمایا نہ ضرورت محسوس کی کہ اپنے پسماندگان کے لئے دنیا کے اموال چھوڑ کر جائیں۔ آپؐ کو خدا پر کامل توکل تھا اور آپؐ توکل کی یہ عظیم دولت ہی اپنے بعد ورثہ میں چھوڑ کر گئے۔ یہ توکل کا وہ اعلیٰ مقام ہے جس کی نظیر نہ جملہ انبیاء میں ملتی ہے اور نہ آپؐ جیسے توکل والا کوئی انسان دنیا میں پیدا ہُوا، نہ پیدا ہو سکتا ہے۔

☆ دنیا میں عام مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس مال و دولت ہوتی ہے وہ اپنی اولاد کے حق میں اسے وقف کر چھوڑتے ہیں۔ رسولِ خدا ﷺ کے پاس دولت تو کبھی بھی جمع نہ ہوئی کیونکہ آپؐ ہمیشہ ہر چیز ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ لیکن خدا نے آپؐ کو

حکومت اور اقتدار و اختیار سے بھی مالا مال کیا۔ اگر آپؐ چاہتے تو دنیا کے لوگوں کی طرح اپنی اولاد کے لئے کوئی معین حصہ بیت المال کے مصارف میں مخصوص کر دیتے۔ اگر چاہتے تو زکوٰۃ اور غزوات کے اموالِ غنیمت میں اپنی اولاد در اولاد کو بھی شامل کر دیتے لیکن آپؐ کی شانِ توکل علی اللہ کا کیا ہی حسین نمونہ ہے کہ آپؐ نے اپنی اولاد کے لئے کوئی ایسا استثنائی قاعدہ قانون نہ بنایا۔ باغیرت اور متوکل دل جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا تھا وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اپنی اولاد کو دیگر پیرو کاروں پر اس پہلو سے ترجیح دے۔ پھر یہ بھی عین ممکن تھا کہ مسلمان، سادات کو صدقات کا اولین حقدار سمجھ لیتے اور سادات بھی انہی صدقات کو اپنا ذریعہ معاش سمجھ لیتے۔ اس کی پیش بندی کے طور پر ہمارے محسن آقا ﷺ نے یہ بھی فرما دیا کہ

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ

(مسلم کتاب الزکوٰۃ، باب ترک استعمال آل النبیؐ علی الصدقة)

یعنی میری ذریّت و نسل کے لئے صدقہ و خیرات کی کوئی رقم لینا جائز نہ ہوگا۔ اس طرح آپؐ نے اپنی جسمانی ذریّت کو اور ان کے حوالہ سے ساری روحانی ذریّت کو بھی عزّتِ نفس اور توکل کا کیسا عمدہ سبق دیا اور ان کو خود محنت کرنے اور رزقِ حلال کما کر زندگی بسر کرنے کا راستہ دکھایا۔ آپؐ کے اس نمونہ میں سادات کے لئے یہ درسِ نصیحت بھی شامل ہے کہ اگر ایک متقی کی سات نسلوں تک خدا تعالیٰ رعایت رکھتا ہے تو وہ خدا خاتم المتقین ﷺ سے نسبت رکھنے والوں کا قیامت تک متکفل رہے گا بشرطیکہ وہ اس نسبت میں سچے اور وفادار ٹھہریں۔

☆ مسیلمہ کذاب کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بھی رسولِ پاک ﷺ کی شانِ

توکل علی اللہ ایک عجیب انداز میں اجاگر کرتا ہے۔ یہ جھوٹا مدعی نبوت آپؐ کی زندگی میں ایک لشکر جرار لے کر مدینہ آیا اور آپ سے درخواست کی کہ اگر آپؐ اسے اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیں تو وہ اپنی جماعت سمیت آپؐ کی اطاعت کرنے کو تیار ہے۔ اگر کوئی دنیاوی مشن کا علمبردار ہوتا، دنیاوی وجاہت کا طالب ہوتا یا دنیاوی عزت وتوقیر کا متمنی ہوتا تو فوراً یہ پیشکش مان لیتا لیکن ہمارے آقا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کی بات سنتے ہی اس کو ردّ فرما دیا۔ اور کھجور کی شاخ سے ایک چھوٹا سا تنکا اتار کر اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا:

لَوْ سَاَلْتَنِیْ ھٰذَا الْعَسِیْبَ مَا اَعْطَیْتُکَہ‘

(سیرۃ ابن ھشام الجزء الرابع صفحہ۱۲۳ ذکر ما حدث بین الرسول ومسیلمۃ)

اگر اس ایک تنکا کے بدلہ میں مجھے تیری حمایت مل سکتی ہو اور تو اس کا سوال کرتا تو میں یہ ایک تنکا بھی تجھے دینے کو تیار نہیں۔ اللہ! اللہ! کیا شان ہے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے توکل علی اللہ کی۔ یہ شان تو کسی اور نبی کی زندگی میں بھی نظر نہیں آتی!

آپؐ کے عظیم توکل کی شان اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اگر آپؐ چاہتے تو اسی وقت مسیلمہ کذاب کو پکڑ کر مروا دیتے کیونکہ وہ اس وقت مدینہ میں آیا ہوا تھا اور آپؐ کے ہاتھ کے نیچے تھا لیکن اس معاملہ میں بھی آپؐ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کہ خدا خود ہی اس جھوٹے کو اپنے دستِ قدرت سے ہلاک کر دے گا۔

توکل علی اللہ کے اس شاندار نمونہ کا تذکرہ حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں سنیئے۔ فرماتے ہیں:

"وہ میرا پیارا زمینی نہیں بلکہ آسمانی تھا۔ بڑھتے ہوئے لشکر اور دوڑتے ہوئے گھوڑے، اٹھتے ہوئے نیزے اور چمکتی ہوئی تلواریں اس کی آنکھوں میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھیں وہ ملائکہ آسمانی کا نزول دیکھ رہا تھا اور زمین و آسمان کا پیدا کنندہ اس کے کان میں ہر دم تسلی آمیز کلام ڈال رہا تھا اس کا دل یقین سے پُر اور سینہ ایمان سے معمور تھا۔ غرضیکہ بجائے دنیاوی اسباب پر بھروسہ کرنے کے اس کا توکل خدا پر تھا۔ پھر بھلا ان مصائب سے وہ کب گھبرا سکتا تھا اس نے مسیلمہ اور اس کے لشکر پر بھروسہ کرنا ایک دم کے لئے بھی مناسب نہ جانا اور صاف کہہ دیا کہ خلافت کا دھوکہ دے کر تجھے اپنے ساتھ ملانا اور تیری قوم کی اعانت حاصل کرنی تو علیحدہ امر ہے ایک کھجور کی شاخ کے بدلہ میں بھی اگر تیری حمایت حاصل کرنی پڑے تو میں اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھوں۔

اس غیور دل کی حالت پر غور کرو۔ اس متوکل انسان کی شان پر نظر ڈالو۔ اس یقین سے پُر دل کی کیفیت کا احساس اپنے دلوں کے اندر پیدا کر کے دیکھو کہ کس یقین اور توکل کے ماتحت وہ مسیلمہ کو جواب دیتا ہے۔ کیا کوئی بادشاہ ایسے اوقات میں اس جرأت اور دلیری کو کام میں لا سکتا ہے۔ کیا تاریخ کسی گوشت اور پوست سے بنے ہوئے انسان کو ایسے مواقع میں سے اس سلامتی سے نکلتا ہوا دکھا سکتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آپؐ کی زندگی سے مقابلہ کرنا ہی غلط ہے کیونکہ آپؐ نبی تھے اگر آپؐ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے تو انبیاءؑ سے مگر جو شان آپؐ کو حاصل ہے اس کی نظیر انبیاءؑ میں بھی نہیں مل سکتی کیونکہ

آپؐ کو سب انبیاءؑ پر فضیلت ہے۔‘‘

(انوارالعلوم جلد اوّل صفحہ 502- 503)

ایک عظیم نکتۂ معرفت

توکل علی اللہ کے باب میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی ﷺ نے یہ عظیم نکتۂ معرفت بھی اپنی امت کو سکھایا کہ ہر حال میں اپنے خدا کو یاد رکھو اور ہر ضرورت کے وقت خواہ وہ ہمالہ جیسی بڑی ہو یا جوتی کے تسمہ جیسی چھوٹی، ہمیشہ تمہاری نظر اسی خدا کی طرف اٹھے جو ہر چھوٹی بڑی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔ اور پھر یہی نہیں کہ ایک دنیادار مطلبی شخص کی طرح صرف ضرورت پڑنے پر تمہیں خدا یاد آجائے اور باقی وقتوں میں تم اپنے زورِ بازو یا لیاقت پر اترانے لگ جاؤ۔ آپؐ نے یہ نکتہ سمجھایا کہ حقیقی مومن وہ ہے جو ہر وقت اپنے آپ کو نعمائے الٰہی کا محتاج سمجھے اور اپنا کشکول لئے ہر وقت اس کے در پر بیٹھا رہے۔ ہر قدم پر آپؐ نے دعا سکھائی اور ہر اہم موقعہ کے لیئے ایک دعا تعلیم فرمائی۔ آپؐ کی سکھائی ہوئی یہ ساری دعائیں آپ کے توکل علی اللہ کا زندہ ثبوت ہیں۔ آپؐ نے نصیحت فرمائی کہ صحت کی حالت میں بھی خدا کو یاد رکھو کہ بیماری میں وہ تمہارا ساتھی اور شافی ہوگا۔ فراخی کے وقت میں بھی اپنے مولیٰ کو یاد رکھو کہ مشکل کے وقت وہ تمہارا معین و مددگار اور مشکل کشا ثابت ہوگا۔

حق یہ ہے کہ اس نصیحت پر سب سے زیادہ جس وجود نے عمل کیا وہ خود آپؐ کا وجودِ مبارک تھا۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر

وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مصروف رہتے ، ہاتھ کاموں میں مصروف ہوتے اور دل خدا کی یاد سے آباد رہتا۔ عسر و یسر میں آپؐ کی آنکھ اسی خدا کی طرف اٹھتی جس پر آپؐ کا سارا توکل تھا۔ یہ کیفیت اسی کو نصیب ہوسکتی ہے جو توکل علی اللہ کے حقیقی مفہوم سے خوب آشنا ہو، جس کی نظر میں بس خدا ہی خدا ہو، جو اپنا سب کچھ راہ خدا میں فدا کر کے بس اسی کا ہو چکا ہو۔ لاریب یہی کیفیت ہمارے آقا و مولیٰ ، رسولِ خدا ﷺ کی تھی ۔

غزوات النبیؐ میں توکل علی اللہ

پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی زندگی کے کسی باب کو کھول کر دیکھ لیں ، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور اسکی نصرت پر کامل بھروسہ نظر آتا ہے ۔ بطور مثال غزوات پر ایک نظر کرنے سے یہ ایمان افروز منظر سامنے آتا ہے کہ میدان جنگ میں جہاں وسائل کی کمی ، ہر طرف سے خطرات کی یلغار اور غیر یقینی کیفیت ہوتی تھی وہاں پر بھی ہمارے ہادیٔ کامل محمد عربی ﷺ نے توکل علی اللہ کے ایسے ایسے نمونے دکھائے ہیں کہ تاریخ عالم میں ان کی نظیر دکھائی نہیں دیتی ۔ چند واقعات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں

☆ غزوۂ بدر کفر واسلام کا وہ عظیم معرکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین سے نوازا۔ ایک ہزار مسلح اور تجربہ کار سپاہیوں کے مقابل پر تین سو تیرہ نہتے اور ناتجربہ کار مسلمانوں کو لیکر میدان مقابلہ میں اترنے کا فیصلہ ہی حضور ﷺ کے توکل کو ظاہر کرتا ہے۔ بظاہر دنیا کی نظر میں یہ فیصلہ خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے والی

بات تھی لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے اپنے جانثاروں کو ساتھ لیکر دشمن کے مقابلہ کے لیئے نکل کھڑے ہوئے۔

☆ ابھی روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک مشرک جو اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتا تھا آپ سے ملا اور لشکر میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ عددی قلت کے وقت ایک تجربہ کار اور جنگ جو بہادر کامل جانا ایک غیر معمولی بات تھی اور صحابہؓ بھی اس کے آنے سے خوش ہو رہے تھے لیکن رسول پاک ﷺ کی عجیب شانِ توکل تھی کہ آپؐ نے اس شخص کی پیشکش مسترد کر دی اور فرمایا کہ میں اسلام کی سربلندی کے اس معرکہ میں کسی مشرک سے مدد لینے کو تیار نہیں ہوں خواہ وہ کتنا ہی نامور اور تجربہ کار کیوں نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص پھر آیا اور شمولیت کی اجازت چاہی لیکن آپؐ نے پھر انکار کر دیا۔ وہ تیسری بار آیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اگر تم برضا و رغبت مسلمان ہوتے ہو تو پھر ہمارے ساتھ شامل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔
(مسلم کتاب الجہاد والسیر۔ باب کراھة الاستعانة فی الغزو بکافر)
یہ واقعہ آپؐ کے کردار کی عظمت اور توکل علی اللہ کی ایک شاندار مثال ہے۔

☆ اسی طرح کا ایک اور واقعہ اس وقت ہُوا جب کہ میدان بدر میں صف بندی کی جارہی تھی۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ ایک ایک شخص کا وجود بسا غنیمت تھا۔ عین اس وقت

حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے ایک اور ساتھی ابوجبلؓ کے ساتھ مکہ سے سیدھے اس جگہ پہنچ گئے اور بتایا کہ ہم آرہے تھے کہ راستہ میں کفار نے ہمیں پکڑ کر روک لیا کہ کہیں ہم آپؐ کے لشکر میں نہ شامل ہو جائیں۔ ہم نے انہیں کہا کہ ہم تو مدینہ جا رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے ہم سے یہ عہد لیکر ہمیں آنے کی اجازت دی ہے کہ کفار کے خلاف لڑائی میں ہم شامل نہیں ہوں گے۔ کفار نے یہ عہد زبردستی ان صحابہؓ سے لیا تھا اور حالتِ جنگ میں اس کا ایفاء ضروری نہ تھا اور وقت بھی ایسا تھا کہ ایک ایک فرد بہت مفید ہو سکتا تھا۔ ان سب باتوں کے باوجود جب یہ بات رسول خدا ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے عہد کی پاسداری کرتے ہوئے، عظیم الشان توکل سے فرمایا:

اِنْصَرِفَا ۔ نَفِیْ لَھُمْ بِعَھْدِھِمْ وَ نَسْتَعِیْنُ اللّٰہَ عَلَیْھِمْ

(صحیح مسلم کتاب الجهاد باب الوفاء بالعهد)

یعنی تم جاؤ اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہم بھی اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جو ہم نے ان سے کیا ہے اور ہم ان کے خلاف اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

میدان جنگ میں عہدوں کی پابندی کرنے والا اور انتہائی خطرناک حالت میں بھی توکل علی اللہ کا علم اس شان سے بلند کرنے والا محمد عربی ﷺ کے سوا اور کون ہے؟ ساری دنیا کی تاریخ میں ایسی شاندار مثال ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی!

☆ اسی غزوہ بدر کے حالات پر نظر کرنے سے ایک عجیب نظارہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ انتہائی نامساعد حالات میں، بھرپور عزم و یقین اور توکل علی اللہ کے ساتھ رسول مقبول

ﷺ میدان مقابلہ میں اترتے ہیں اور ہر ممکن احتیاط اور تدبیر بروئے کار لاتے ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر نظر رکھے اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ ایک خیمہ بطور خاص آپؐ کے لیئے نصب کیا گیا اور چشمِ فلک نے دیکھا کہ اسی خیمہ میں رسول خدا ﷺ نہایت رقت کی حالت میں خدا کے حضور ہاتھ پھیلائے ہوئے دعاؤں میں مصروف ہیں۔ سخت اضطراب کی کیفیت ہے، کسی گھبراہٹ کی وجہ سے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے نصرت اور فتح کی بشارت تو پہلے سے دے رکھی تھی بلکہ عرفان الٰہی کے نتیجہ میں توکل علی اللہ کے انتہائی ارفع مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے آپؐ کی یہ کیفیت تھی اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب نکتہ بیان فرمایا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں بار بار آنحضرت ﷺ کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی تھی تو آنحضرت ﷺ نے رونا اور دعا کرنا شروع کیا اور دعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلے **اَللّٰهُمَّ اِنْ اَهْلَكْتَ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا** یعنی اے میرے خدا! اگر آج تو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی نہیں کرے گا۔ان الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! آپ اس قدر بے قرار کیوں ہوتے ہیں۔خدا تعالیٰ نے تو آپ کو پختہ وعدہ دے رکھا ہے کہ میں فتح دوں گا۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اس کی بے نیازی پر میری نظر ہے یعنی کسی وعدہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر

حقِ واجب نہیں ہے‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۵۔۲۵۶)

اللہ! اللہ! کیا شان ہے اس توکل علی اللہ کی جس کا عرفان اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہادیٔ کامل، خاتم العارفین حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو عطا فرمایا اور دیکھو کہ اسی توکل نے بدر کے میدان میں کیسا انقلاب برپا کر دیا۔ خیمۂ نبوی میں کی جانے والی انہی دعاؤں کی برکت سے کفار مکّہ کو عبرت ناک شکست ہوئی اور مٹھی بھر غلامانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم معجزانہ رنگ میں عظیم الشان فتح سے سرفراز ہوئے۔

☆ توکل علیٰ اللہ کا ایک اور لطیف قرینہ رسول پاک ﷺ کے مبارک اسوہ میں یہ نظر آتا ہے کہ دنیاوی اسباب اور سہاروں کے نہ ہونے یا ہاتھ سے چلے جانے پر بھی آپؐ کے توکل علی اللہ میں رتی برابر فرق نہ آتا تھا۔ آپؐ کا سہارا اوّل و آخر خدا تعالیٰ تھا جس نے آپؐ کو یہ وعدہ دے رکھا تھا اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ۔ (الزمر:۳۷) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اس خدائی وعدہ کے مقابل پر دنیاوی سہاروں اور وسائل کی حقیقت پرِ کاہ کے برابر بھی نہ تھی۔

ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر آرام کی غرض سے آپؐ ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ باقی صحابہ بھی الگ الگ آرام کر رہے تھے۔ ایک دشمن آپؐ کی گھات میں تھا۔ اس نے آپؐ کی تلوار جو درخت سے لٹک رہی تھی سونت لی اور آپؐ کو بیدار کر کے یوں للکارا کہ بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟

آپ لیٹے ہوئے تھے، کوئی ساتھی اور محافظ پاس نہ تھا، تلوار آپؐ کے سر پر لہرا رہی تھی۔ اس حالت میں تو بڑے بڑے بہادروں کا پِتہّ پانی ہو جاتا ہے۔ لیکن جرأت و استقامت اور توکل علی اللہ کی شان دیکھئے کہ آپؐ نے نہایت پرسکون اور پر اعتماد انداز میں فرمایا ''اللہ'' یہ پُرشوکت لفظ سن کر دشمن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ اٹھے، تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور حملہ آور سے کہا کہ اب تم بتاؤ کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ بے چارہ اس قدر مبہوت ہُوا کہ آپؐ کے قدموں میں گر گیا۔ آپؐ نے اسے آزاد فرما دیا۔ ایسا توکل، ایسی جُرأت اور ایسا عفو تو اس انسان نے کبھی ساری زندگی نہ دیکھا ہوگا۔ اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ واپس اپنے ساتھیوں کو جا کر کہنے لگا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا کا بہترین انسان ہے! کتنی سچی بات ہے جو اس دیہاتی کی زبان پر جاری ہوئی

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع)

☆ آیئے اب ذرا احد کے تاریخی میدان میں چلتے ہیں جہاں سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی شانِ توکل کے روح پرور نظارے آج بھی جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیئے کفار مکہ بھرپور تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ آنحضورؐ کی اپنی رائے اور صحابہ کا مشورہ تھا کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن بعض دیگر صحابہ اور نوجوانوں نے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ بڑے زور سے دیا۔ اس پر حضورؐ نے باہر جا کر مقابلہ کا فیصلہ فرمایا۔ آپؐ تیار ہو کر نکلے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی رائے پر اصرار میں غلطی کی ہے حضور جو بھی فیصلہ فرمائیں وہی بابرکت ہوگا۔ اس موقعہ پر رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

’’خدا کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر انہیں اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے‘‘

(سیرۃ ابن ھشام۔غزوۃ احد ذکر روء یا رسول اللہؐ و مشاورتہ القوم۔ الجزء الثالث صفحہ ۵)

آپ ؐکا یہ ارشاد آپ ؐکے توکل علی اللہ کا پرشوکت اظہار ہے جو آیت کریمہ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہ(الٰ عمران آیت 160) کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ آپ ؐاپنے ایک ہزار صحابہ کی فوج لیکر احد کے میدان میں نکل آئے تا کہ مدینہ سے باہر ہی دشمن کو روک لیا جائے۔ کفار مکہ کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ اور اسلحہ وغیرہ کے لحاظ سے بھی انہیں مسلمان فوج پر برتری حاصل تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ جنگ سے قبل رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول نے غداری کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے علیحدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کوئی لڑائی نہیں بلکہ کھلم کھلا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے والی بات ہے۔

اب مسلمانوں کی تعداد صرف ۷۰۰ رہ گئی ۔اِس کمزوری کی حالت میں جسے مسلمان پہلے ہی خوب محسوس کر رہے تھے عبداللہ بن ابی کے تین سو آدمیوں کی غداری سے بعض کمزور دل مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ آپ ؐ کا بھروسہ کبھی بھی لشکر کی تعداد یا سامانِ حرب پر نہ تھا بلکہ صرف اور صرف خدا پر تھا۔ آپ ؐ نے اس نازک امتحان کے وقت بھی توکل علی اللہ کے علَم کو بڑی شان کے ساتھ سر بلند رکھا۔ بعض صحابہ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ! یہودیوں میں سے جو لوگ ہمارے حلیف ہیں اور حمایتی ہیں کیا ہم اس موقعہ پر معاہدہ کی شرط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان یہودیوں سے مدد نہ لے لیں؟ آپ ؐ نے نہایت جلال اور توکل سے

فرمایا:

''نہیں، ہمیں ان کی مدد کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارا مددگار تو ہمارا خدا ہے اور وہی ہماری مدد کے لیے بہت کافی ہے۔''

(سیرۃ ابن ھشام۔ غزوہ احد ذکر انخذال المنافقین الجزء الثالث صفحہ ۶)

☆ غزوہ احد میں ایک مرحلہ پر چند مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے عارضی اور وقتی ہزیمت کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابتداءً کفارِ مکہ شکست کھا کر اور سخت نقصان اٹھا کر میدان سے بھاگ نکلے تھے لیکن خالد بن ولید نے درہ کو خالی پا کر بھاگتی ہوئی فوج کو منظّم کیا اور اچانک اس شدت سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا کہ وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ افراتفری کا ایسا عالَم تھا کہ متعدد صحابہ اس معرکہ میں کام آئے۔ خود رسولِ کریم ﷺ بھی شدید زخمی ہو گئے اور بے ہوش ہو کر ان صحابہ کی لاشوں پر جا گرے جو آپ کے ارد گرد لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ اس کے بعد کچھ اور صحابہ نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اس طرح رسولِ خدا ﷺ کا جسم مبارک صحابہ کی لاشوں کے نیچے دب کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

دشمن یہ سمجھ کر کہ اس نے اپنا مقصود حاصل کر لیا ہے ذرا پیچھے ہٹا تو صحابہ کرام غیر معمولی جذبہ فدائیت کے ساتھ شمع کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں آپ کو ہوش آ گیا اور آپ جاں نثار صحابہ کے جِلَو میں پہاڑ کے دامن میں چلے گئے اور باقی صحابہ بھی وہاں جمع ہونے لگے۔ رئیس مکہ ابوسفیان کو یقین تھا کہ رسولِ پاک ﷺ اور نامور صحابہ شہید ہو چکے ہیں اور اس نے میدان جیت لیا ہے۔ اس خیال سے اس نے رسولِ پاک ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت

عمرؓ کے نام لے کر بآوازِ بلند یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے ان سب کو مار دیا ہے۔ صحابہ جواب دینا چاہتے تھے لیکن آپؐ نے ہر بار حکمتِ عملی کے تحت صحابہ کو جواب سے روک دیا۔ یہ خاموشی دیکھ کر ابوسفیان نے اُعلُ ھبل اُعلُ ھبل کے نعرے لگائے ھبل بت کی جیت ہوا اور اس کی شان بلند ہو کہ ہم نے اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔ پہلے افراد کی زندگی کا سوال تھا اور آپؐ نے حفاظت کے خیال سے خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی لیکن اب تو خدائے واحد کی عزت کا سوال تھا۔ توحید کی غیرت نے محمد ﷺ کے قلبِ اطہر کو پریشان کر دیا آپؐ نے بڑے جوش سے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو:

اَللّٰہُ اَعلٰی وَ اَجَل

(البخاری۔ کتاب المغازی باب غزوہ احد)

کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ ھبل کی جیت ہوئی۔ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی معزز ہے اور اللہ کی شان ہی سب سے بلند ہے۔ صحابہ نے اس شان سے یہ نعرے لگائے کہ احد کی ساری وادی ان نعروں سے گونج اٹھی اور دشمن پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مٹھی بھر زخمی جماعت مسلمین پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا!

اس موقعہ پر رسول پاک ﷺ کی غیر معمولی فراست اور توکل علی اللہ کی شان بڑی عظمت سے نظر آتی ہے۔ جواباً نعرے لگانے کا مطلب تو اپنی زندگی کا ثبوت دینا، اپنی جگہ بتانا اور اس طرح کثیر تعداد والے بپھرے ہوئے دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کی دعوت دینا تھا لیکن اللہ تعالی کی غیرت کی خاطر، اسی کی تائید و نصرت پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے آپؐ نے ایسا نمونہ دکھایا جو حالات کے تناظر میں غیر معمولی عظمتِ شان کا حامل ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں توکل کا مضمون ایک عجیب ایمان افروز مضمون ہے جو ہمیشہ جاری وساری نظر آتا ہے۔ایک بلند منزل کے بعد اس سے بلند تر منزل پر بھی یہی عنوان نظر آتا ہے اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوتا۔غزوۂ احد میں ستر صحابہ نے شہادت کا مرتبہ پایا اور قریباً سب صحابہ زخمی حالت میں مدینہ کو واپس لوٹے۔حتیّٰ کہ رسول پاک ﷺ بھی اس غزوہ میں شدید زخمی ہوئے۔آپؐ کے چار دندان مبارک شہید ہوئے اور جسدِ اطہر پر بھی کئی زخم آئے۔ایسی حالت میں عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ فوری طور پر کوئی اور مہم درپیش نہیں ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر دنیا کو نبی پاک ﷺ کے توکل اور جرأت کا ایک اور نمونہ دکھانا چاہتی تھی!

ہوا یہ کہ قریش مکہ جب واپس جارہے تھے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم تو حقیقت میں خالی ہاتھ واپس لوٹ رہے ہیں۔مسلمانوں کی شان وشوکت بھی اسی طرح قائم اور ان کے سرکردہ افراد بھی موجود ہیں لہذا ہمیں واپس جاکر ان کو مکمل طور پر تباہ کردینا چاہئیے۔نتیجہ یہ ہوا کہ کفارِ مکہ کی واپس جاتی ہوئی فوج راستہ میں ہی رک گئی اور مدینہ پر دوبارہ حملہ کا ارادہ کرنے لگے۔

رسول پاک ﷺ کو اگلی صبح ہی مدینہ میں لشکرِ قریش کے ان عزائم کی اطلاع مل گئی۔یہ ایسا وقت تھا کہ مسلمان شہدائے احد کے صدمہ سے نڈھال، زخموں سے چور اور جسمانی کمزوری کی حالت میں تھے۔خود رسولِ خدا ﷺ سخت زخمی حالت میں تھے لیکن ایسی کمزوری کی حالت میں جب آپؐ کو کفار مکہ کے ارادہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ایک ایسا فیصلہ فرمایا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کسی جگہ نہیں ملتی۔

آپؐ کی جرأت وشجاعت اور توکل علی اللہ کا اندازہ کریں کہ آپؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ دشمن کے امکانی حملہ کو ناکام بنانے کے لیئے مسلمان فوری طور پر روانگی کی تیاری کرلیں۔اور مزید یہ بھی فرمایا کہ اس غزوہ میں صرف وہ لوگ شامل ہوں گے جنہوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی ہے۔ یہ بات آپؐ کے حوصلہ کی عظمت کے علاوہ ایک عجیب نفسیاتی نکتہ پر مبنی تھی جس نے زخم رسیدہ صحابہؓ کے دلوں میں غیر معمولی ولولہ پیدا کردیا۔ چنانچہ اسی روز آپؐ مدینہ سے روانہ ہوگئے۔ لکھا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی ایک آواز پر احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے اپنے زخم باندھ کر ایسے جوش اور عزم کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا سفر طے کرکے اسلامی لشکر حمراءالاسد کے میدان میں خیمہ زن ہوگیا۔

آپؐ کا یہ اقدام ایسا جرأت مندانہ اور غیر معمولی تھا کہ اس نے دشمن کو نفسیاتی طور پر احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا اور جونہی کفار کو یہ معلوم ہُوا کہ جن مسلمانوں کو ہم زخمی، کمزور اور شکست خوردہ سمجھتے ہیں وہ تو سروں پر کفن باندھ کر میدان میں اتر آئے ہیں، وہ اس بات سے اتنے مرعوب اور خوف زدہ ہوئے کہ میدان مقابلہ میں اترنے کی ہمت بھی نہ کر سکے اور مکہ کی سمت روانہ ہوگئے۔ یہ عظیم الشان واقعہ رسولِ پاک ﷺ کی جرأت، بصیرت اور توکل پر شاہدِ ناطق ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام۔الجزء الثالث غزوہ احد ذکر خروج الرسول فی اثر العدو)

☆ رسولِ خدا ﷺ کی زندگی میں غیر معمولی توکل اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے واقعات اس طرح بھرے ہوئے ہیں جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوتا ہے۔بعض واقعات

میں تو یہ جلوہ کچھ اس شان سے نظر آتا ہے کہ اس کے قریب کی مثال بھی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔

اس طرح کا ایک ایمان افروز واقعہ حنین کے میدان میں رونما ہُوا۔ اس غزوہ کے دوران ایک ایسا نازک موقع آیا کہ رسول کریم ﷺ صرف چند صحابہ کے درمیان میدان جنگ میں کھڑے تھے۔ ہر طرف سے دشمن کا دباؤ تھا۔ دائیں اور بائیں اور سامنے تینوں طرف سے تیر پڑ رہے تھے اور بچاؤ کے لئے صرف ایک تنگ راستہ تھا جس میں سے ایک وقت میں صرف چند آدمی گزر سکتے تھے۔ اس خطرناک راستہ سے گزرے بغیر بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔

یہ مرحلہ اتنا نازک تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے خیال سے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تھوڑی دیر کے لیئے پیچھے ہٹ جائیں تا کہ اسلامی لشکر کو پھر سے جمع ہونے کا موقع مل جائے۔ وقت انتہائی نازک تھا لیکن ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی نصرت و حفاظت پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے ایسا جرأت مندانہ اقدام فرمایا جو ساری تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔ آپؐ اس وقت ایک خچر پر سوار تھے آپ نے خچر کو ایڑ لگائی اور اسی تنگ راستہ پر آگے بڑھنا شروع کیا جس کے دائیں بائیں سے مسلسل تیر برسائے جا رہے تھے۔ ایک طرف یہ جرأت اور مردانگی اور دوسری طرف آپ کی زبان پر یہ نعرۂ حق جاری تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

(البخاری۔ کتاب المغازی باب قول الله تعالی و یوم حنین اذ أعجبتكم كثرتكم۔۔)

کہ لوگو سنو! اور خوب کان کھول کر سنو کہ میں خدا کا نبی ہوں اور بخدا میں اس دعویٰ میں جھوٹا نہیں۔ میں توکل اور خدائی حفاظت کے نتیجہ میں محفوظ ہوں وگرنہ میں بھی تمہاری طرح ایک

انسان ہوں اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں! انتہائی خطرناک حالات میں، جبکہ موت ہر طرف سے سر پر منڈلا رہی تھی آپ کا یہ جرأت مندانہ قدام آپؐ کے توکل علی اللہ کی ایک درخشندہ مثال ہے۔

☆ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ کا عفوِ عام بھی آپؐ کے توکل علی اللہ کا ایک حیران کن نظارہ تھا۔ عفوعام کے اس بے نظیر نمونہ کے پیچھے توکل علی اللہ کا جو غیر معمولی جذبہ نظر آتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا کے حکمران تو فاتح بننے پر دشمنوں کے سروں کے مینار تعمیر کرتے ہیں اور جب تک ایک ایک دشمن کا سر تن سے جدا نہ کر دیں انہیں چین کی نیند نصیب نہیں ہوتی۔ جب تک ایک ایک دشمن سے پورا بدلہ نہ لے لیں ان کے دلوں کو سکون نہیں ملتا۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ سرور کائنات ﷺ ایک فاتح کی حیثیت میں دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو عجز و انکسار اور شکر گزاری سے آپؐ کا سر اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ یہ سب توکل علی اللہ کا ایک دلربا اظہار تھا کہ میرے مولیٰ! یہ سب تیری عطا ہے۔ میں اس فتح کے وقت اس ذات کو نہیں بھولا جس پر میرا سب توکل ہے اور جس کے کرم سے یہ دن دیکھنا نصیب ہُوا ہے۔ دیکھ میں کس عاجزی سے تیرے در پر جھکا ہُوا ہوں اور تیری حمد کے ترانے گا رہا ہوں۔

آگے بڑھے تو اس فاتح عالَم کے سامنے وہ دشمن دست بستہ کھڑے تھے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جانثار صحابہ پر ظلم وستم کرتے ہوئے سفا کی کی آخری حدود کو چھولیا تھا۔ یہ موقع تھا کہ ان سے بدلہ لیا جاتا اور ایک ایک کو تختۂ دار پر لٹکا دیا جاتا۔ ہمارے ہادئ کامل ﷺ نے اُس روز اپنے ان دشمنوں سے بدلہ لیا اور خوب بدلہ لیا۔ ایسا بدلہ کہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ہاں ایسا بدلہ جو آپؐ کی شانِ اقدس سے مطابقت رکھتا تھا۔

جب ان دشمنوں سے بدلہ لینے کا وقت آیا تو آپ ؐ نے اپنی ذات کو بھول کر اس ذات کو یاد رکھا جس کے وسیلہ سے یہ فتح نصیب ہوئی۔ آپ ؐ کے دل میں ہرگز یہ خیال نہیں آیا کہ اگر میں نے دشمنوں کو معاف کر دیا تو ایک بار پھر مجھے ظلم و ستم کا نشانہ بنالیں گے بلکہ فتح عطا کرنے والی قادر و توانا ذات پر کامل توکل کرتے ہوئے آپ ؐ نے ان سارے دشمنوں کو یک قلم معاف فرما دیا۔ کوئی ایک دشمن بھی ایسا نہ تھا جس کو آپ ؐ نے قتل کی سزا دی ہو۔ جن دشمنوں کے حق میں آپ ؐ نے اس سے قبل قتل کی ہدایت بھی فرمائی ہوئی تھی ان سب دشمنانِ اسلام کو بھی اس عظیم فتح کے روز معاف کر دیا گیا۔ عفوِ عام اور توکل علی اللہ کی یہ مثال ایسی ہے کہ اس نے ہمیشہ کے لئے انسانیت کا سر بلند کر دیا ہے!

لیا ظلم کا عفو سے انتقام

علیک الصّلٰوۃ علیک السلام

واقعہ ہجرت میں توکل علی اللہ

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا واقعہ ایک غیر معمولی عظمت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس واقعہ سے اسلامی سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ بظاہر ایک واقعہ ہے لیکن اس میں آپ ؐ کے توکل علی اللہ کے بے شمار پہلو جلوہ گر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس عظیم تاریخی واقعہ کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے اور اس میں آپ ؐ کے توکل علی اللہ کے تابندہ گوہر تلاش کئے جائیں۔

تیرہ سالہ مکّی دور کا ایک ایک دن پہاڑ کی مانند تھا۔ کفار مکہ نے ظلموں کی حد کر دی۔ ظلم و

ستم کا ہر وار آپؐ کے جاںنثار صحابہ پر کیا گیا۔مظالم کی ظالم چکی میں پیسے جانے کے باوجود آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے صبر واستقامت کے علم کو سر بلند رکھا۔ ہر وقت نظریں آسمان کی طرف تھیں کہ کب اللہ تعالیٰ ان زہرہ گداز حالات سے مخلصی عطا فرماتا ہے۔مکہ میں حالات نازک ہوتے جا رہے تھے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدینہ میں اسلام کا پودا لگ چکا تھا اور تیزی سے نشوونما پا رہا تھا۔ بذریعہ خواب آپ کو ہجرت کا اشارہ مِل چُکا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔

رفتہ رفتہ یہ مرحلہ آ گیا کہ اب مکہ میں آپؐ کے ساتھ گنتی کے چند افراد رہ گئے۔کفارِ مکہ نے دارالندوہ میں اکٹھے ہو کر یہ طے کیا کہ رات کے وقت آپؐ پر یکدفعہ حملہ کر کے آپؐ کو قتل کر دیا جائے اور حملہ کرنے میں سب قبائل کے نمائندے شامل ہوں تا کہ سب سے انتقام نہ لیا جا سکے۔

اِدھر کفار نے یہ فیصلہ کیا، اُدھر علام الغیوب خدا نے اپنے حبیب ﷺ کو کفار کے اس ارادہ کی اطلاع دیتے ہوئے ہجرت کی اجازت عطا فرما دی۔ دنیا کے صاحبانِ اقتدار تو خطرہ کے وقت بھاگنے میں سب سے آگے ہوتے ہیں اور رسولِ خدا ﷺ کا نمونہ یہ ہے کہ آپؐ نے سب کو پہلے بھجوایا اور خود آخر وقت تک مکّہ میں مقیم رہے اور اُس وقت تک وہاں سے ہجرت نہ کی جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ مِل گئی۔ یہ واقعہ اتنا عظیم ہے کہ ایک مشہور غیر مسلم مستشرق Stanley Lane-poole نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> Like the captain of a sinking ship, the Prophet would not leave till all the crew were safe.

(Studies in a mosque, 1966, Khayats Beirut, Page 60)

یعنی ایک ڈوبتے ہوئے جہاز کے کپتان کی طرح رسولِ پاک ﷺ نے اس وقت تک جہاز کو نہ چھوڑا جب تک عملہ کے سب افراد پوری طرح محفوظ نہ ہو گئے!

اس مصنف نے نہایت شاندار انداز میں آپؐ کی جرأت، استقامت اور توکل علی اللہ کو کتنا عظیم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ آپؐ اس دین کے پیغمبر اور اس پیغام کے علمبردار تھے جس کا محافِظ خُود خدا تھا۔ اور اِسی خدا پر کامِل توکل اور بھروسہ کی بناء پر آپؐ پورے یقین اور اطمینان کے ساتھ، جرأت و استقامت کا پیکر بنے آخری وقت تک مکہ کی بستی میں قیام پذیر رہے۔

پھر جن حالات اور جس انداز میں آپؐ نے ہجرت فرمائی اس میں قدم قدم پر توکل علی اللہ کے ایمان افروز مناظر نظر آتے ہیں۔ جونہی آپؐ کو خُدا تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا اذن ملا آپؐ فوراً اس ہجرت کے لئے تیار ہو گئے جبکہ حالت یہ تھی کہ ہر طرف موت کے سائے سر پر منڈلا رہے تھے۔ چاروں طرف سے دشمنوں نے آپؐ کو گھیرا ہوا تھا۔ لیکن آپؐ ان سب خطرات سے بے نیاز اپنے قادر و توانا مولیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اس حال میں روانہ ہوئے کہ صرف ایک ساتھی آپؐ کا شریکِ سفر تھا۔ کسی دنیاوی سہارا پر آپ کا بھروسہ نہ تھا۔ بھروسہ تھا تو صرف ایک خُدا پر تھا جو بحر و بر کا مالک اور ہر جگہ حافظ و ناصر تھا۔

روایت میں آتا ہے کہ آپؐ کو ہجرت کی اجازت دوپہر کے وقت ملی۔ آپؐ کے توکل کی شان دیکھئے کہ آپؐ اسی وقت، چلچلاتی دھوپ میں، اپنے گھر سے نکلے اور مخالفانہ ماحول میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور انھیں اس بات

سے مطلع فرمایا اور رات کو روانگی کا پروگرام طے کر کے واپس تشریف لائے۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے خطرناک حالات میں بڑے بڑے بہادروں پر کیا گزرتی ہے۔ گھبراہٹ اور خوف سے نبضیں چھوٹنے لگتی ہیں لیکن رسولِ پاک ﷺ توکل علی اللہ کی وجہ سے اطمینان اور یقین کی دولت سے مالا مال اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف تھے۔ مکہ کے لوگوں نے باوجود ہزار مخالفت کے اپنی امانتیں آخر وقت تک آپ کے پاس رکھوائی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے یہ سب امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور مالکان کو واپس پہنچانے کی ہدایت دی تا کہ قیامت تک کوئی شخص اس لاثانی امین اور صدیق پر انگشت نمائی نہ کر سکے۔ اور انہیں اپنے بستر پر لٹا کر اللہ پر توکل کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔

تصور کی آنکھ سے دیکھئے وہ کیا نظارہ تھا۔ آپؐ تنِ تنہا گھر سے روانہ ہوئے۔ اور اس حالت میں نکلے کہ کفارِ مکہ نے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے درندے اس ڈیوٹی پر کھڑے ہیں کہ آپؐ نکلیں اور وہ آپ کے سلسلہء حیات کو منقطع کر دیں۔ اللہ کا بندہ ان کے سامنے سے گزرا اور کچھ ایسا تصرف الٰہی ہوا کہ وہ اسے دیکھ نہ سکے۔ عبدِ کامل آسمانی فرشتوں کی حفاظت میں محفوظ و مامون نکل گیا اور کوئی اس کا بال بیکا نہ کر سکا۔ ایسے توکل علی اللہ اور نصرت الٰہی کی مثال باقی دنیا میں کہاں نظر آتی ہے!

راستہ میں مقررہ جگہ پر حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور تین میل کا فاصلہ رات کی تاریکی میں پیدل طے کر کے آپ جبلِ ثور کی چوٹی پر ایک متروک غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ جہاں آپؐ نے تین رات قیام فرمایا۔

دوسری طرف مکہ میں یہ حالت تھی کہ صبح جب کفار کو معلوم ہوا کہ آپؐ مکہؓ سے جا چکے

ہیں تو دشمنوں پر عجیب دیوانگی طاری ہوگئی ۔ ہر طرف آپ ؐ کی تلاش ہونے لگی اور اعلان کیا گیا کہ جو آپ ؐ کو زندہ یا فوت شُدہ حالت میں لائے گا اسے ایک سو سرخ اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے ۔اس خطیر انعام کا سُن کر انعام کے متلاشی سارے علاقے میں پھیل گئے ۔کفارِ مکہ نے ایک ماہر کھوجی کی خدمات حاصل کیں جو انہیں سیدھا ثور پہاڑ کی چوٹی پر واقع اس غار کے دروازہ پر لے آیا جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے ۔کھوجی کا کہنا تھا کہ آپ ؐ یا تو اس غار میں ہیں اور یا پھر آسمان پر چلے گئے ہیں ۔

غار کا نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ اندر سے آپ دونوں کو باہر کھڑے ہوئے جانی دشمنوں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں اور ان کے پاؤں بھی نظر آتے تھے ۔اگر وہ ذرا بھی جھک کر غار کے اندر دیکھنے کی کوشش کرتے تو بات ختم ہو جاتی ۔لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ غار کے دروازے پر مکڑی کے جالے اور کبوتری کے گھونسلے کی وجہ سے کسی دشمن نے اندر دیکھنے کا خیال تک نہ کیا اور اس امکان کو ہی رد کر دیا کہ کوئی شخص وہاں پر موجود ہے ۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کو محفوظ رکھا ۔

لیکن ذرا سوچیئے کہ اس وقت وفا شعار اور جان نثار ابوبکرؓ کے دل پر کیا گزر رہی تھی ؟ ۔اپنا تو کچھ غم نہ تھا ،فکر تھی تو یہ تھی کہ اگر دشمن نے دیکھ لیا تو پھر کیا بنے گا ۔اضطراب اور غم کی کیفیت ناقابلِ بیان تھی ۔دل بے قابو ہو رہا تھا ۔جذبات کو دبانا ممکن نہ تھا ۔بے اختیار آپ ؐ کی زبان سے نکلا : یارسولَ اللہ ! میرے ماں باپ آپ ؐ پر فِدا ہوں ۔اگر دشمن نے نظر جُھکا کر دیکھ لیا تو پھر ہم پکڑے جائیں گے ! لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں عبدِ کامِل محمد مصطفٰے ﷺ پر کہ حالات کی نزاکت کے پورے احساس کے باوجود ،خوف اور ڈر یا مایوسی کا گزر تک آپ ؐ کے دل

میں نہیں ہوا۔ وہ دل تو اللہ کے یقین سے پُر تھا۔ ایسا مطہر دل تھا جہاں خدائی نور اور سکینت کا بسیرا تھا۔ آپؐ نے اپنے یارِ غار کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

لا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (۹ : ۴۰)

کہ اے میرے حبیب! میری محبت میں اپنی جان کو ہلکان کرنے والے! تم کچھ فکر نہ کرو اور نہ گھبراؤ یقیناً خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ اس بات کا بھی غم نہ کرو کہ ہم دو ہیں۔ نہیں ،ہم تین ہیں۔ ہمارا قادر و توانا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے پھر ڈرنے کی کیا بات ہے! کتنی عظمت اور رفعت ہے اس توکل علی اللہ میں کہ ہمالیہ کی چوٹیاں بھی اس کے مقابل کوتاہ نظر آتی ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس خطرناک حالت اور اس میں آپؐ کے توکل علی اللہ کی عظمت کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''اللہ اللہ کیا توکّل ہے۔ دشمن سر پر کھڑا ہے اور اتنا نزدیک ہے کہ ذرا آنکھ نیچی کرے اور دیکھ لے لیکن آپ کو خدا تعالیٰ پر ایسا یقین ہے کہ باوجود سب اسباب مخالف کے جمع ہو جانے کے آپ یہی فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ خدا تو ہمارے ساتھ ہے پھر وہ کیوں کر دیکھ سکتے ہیں؟ کیا کسی ماں نے ایسا بچہ جنا ہے جو اس یقین اور ایمان کو لے کر دنیا میں آیا ہو؟ یہ جرأت و بہادری کا سوال نہیں بلکہ توکّل کا سوال ہے، خدا پر بھروسہ کا سوال ہے۔ اگر جرأت ہی ہوتی تو آپؐ یہ جواب دیتے کہ خیر پکڑ لیں گے تو کیا ہوا، ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ مگر آپ کوئی معمولی جرنیل یا میدانِ جنگ کے بہادر سپاہی نہ تھے آپ خُدا کے

رسول تھے اس لئے آپؐ نے نہ صرف خوف کا اظہار نہ کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کو بتایا کہ دیکھنے کا تو سوال ہی نہیں ہے خُدا ہمارے ساتھ ہے اور اس کے حکم کے ماتحت ہم اپنے گھروں سے نکلے ہیں پھر ان کو طاقت ہی کہاں مل سکتی ہے کہ یہ آنکھ نیچی کر کے ہمیں دیکھیں۔ یہ وہ توکّل ہے جو ایک جھوٹے انسان میں نہیں ہو سکتا۔ جو ایک پُرفریب دل میں نہیں ٹھہر سکتا..........رسولِ کریم ﷺ کا توکل ایک رسولانہ توکل تھا''

(انوار العلوم جلد اوّل صفحہ 495)

تین راتیں غارِ ثور میں گزارنے کے بعد آپؐ نے پھر سفر کا آغاز کیا۔ ایک اونٹنی پر آپ ﷺ اور ایک راہنما سوار تھے اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکرؓ اور آپؓ کے ایک غلام۔ آپ نے ساحلِ سمندر کا راستہ لیا اور سفر تیزی سے طے ہونے لگا۔

کفارِ مکہ نے آپؐ کو پکڑ کر لانے والے کے لئے جس انعامِ کثیر کا اعلان کر رکھا تھا اس کی جُستجو دلوں میں مچل رہی تھی۔ سراقہ بن مالک انعام کے لالچ میں آپؐ کے تعاقب میں نکلا اور اس نے آپؐ کو دیکھ لیا۔ وہ اس طرح پھرتی سے آپؐ کی طرف لپکا جس طرح ایک شکاری اپنے شکار کی طرف لپکتا ہے۔ بہت بڑی آزمائش اور امتحان کا وقت تھا۔ بہادر سے بہادر انسان بھی ایسی حالت میں ہمت ہار دیتا ہے۔ لیکن قربان جایئے پیارے محمد مصطفٰے ﷺ کی استقامت اور جرأت پر کہ آپؐ نے اس انتہائی خطرناک موقعہ پر ذرا برابر بھی پریشانی یا فکر کا اظہار نہیں کیا۔ آپؐ برابر قرآنِ مجید کی تلاوت میں مصروف رہے اور ایک بار بھی چہرہ مبارک پھیر کر دائیں بائیں یا پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ اس توکل علی اللہ کا نتیجہ تھا جو آپؐ کی روح میں بسا ہوا تھا۔ آپؐ کو

یقین تھا کہ کائنات کا خدا میرے ساتھ ہے اس کے حکم اور اس کی اجازت سے میں اس سفر پر نکلا ہوں اور وہی ہر جگہ میرا محافظ ہے! اس بات نے سراقہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور وہ ساری عمر اس بات کو نہ بھول سکا اور اپنی روایت میں بطورِ خاص اس بات کا ذکر کیا۔

اس موقعہ پر آپؐ کے یارِ غار پر کیا گزری؟ سراقہ نے بیان کیا کہ جب میں دونوں کے اتنا قریب آ گیا کہ مجھے تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی اور آپؐ اب میرے نشانہ کی زد میں تھے تو غم کے مارے ابوبکرؓ کا یہ حال تھا کہ آپؓ اپنے محبوب کی جان کے خوف سے بار بار پلٹ کر دیکھتے ۔سخت اضطراب اور پریشانی آپؓ پر طاری تھی۔ حضرت ابوبکرؓ خود روایت کرتے ہیں کہ میں جذباتِ خوف سے مغلوب ہو گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو پکڑنے والا بالکل سر پر آ پہنچا ہے اور میں اپنے لئے نہیں بلکہ آپؐ کی خاطر فکرمند ہوں۔ اس پر ایک بار پھر آپؐ کی زبانِ مبارک سے وہی بابرکت کلمات نکلے جن سے آپؐ کی روح کا خمیر اُٹھایا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

لَا تَحزَنُ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

کہ اے ابوبکر ہرگز غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دشمن ہمارے سر پر آ گیا ہے تو پھر بھی گھبراؤ نہیں، سب قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہمارا خدا اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسا حتمی یقین اور کامل توکل علی اللہ صرف اور صرف ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو عطا کیا گیا تھا!

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر بہت حقیقت افروز تبصرہ کیا ہے۔ آپؓ ہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”اللہ اللہ! خدا تعالیٰ پر کیسا بھروسہ ہے۔ دشمن گھوڑا دوڑاتا ہوا اس قدر نزدیک

آ گیا ہے کہ آپؐ کی آواز اس تک پہنچ سکتی ہے اور آپؐ تیر کی زد میں آ گئے ہیں مگر آپؐ ہیں کہ گھبراہٹ کا محسوس کرنا تو الگ رہا قرآن شریف پڑھتے جاتے ہیں۔ادھر حضرت ابوبکرؓ بار بار دیکھتے جاتے ہیں کہ اب دشمن کس قدر نزدیک پہنچ گیا ہے۔کیا اس بھروسہ اور توکل کی کوئی اور نظیر بھی مل سکتی ہے۔کیا کوئی انسان ہے جس نے اس خطرناک وقت میں ایسی بے توجہی اور لاپرواہی کا اظہار کیا ہو۔اگر آپ کو دنیاوی اسباب کے استعمال کا خیال بھی ہوتا تو کم سے کم اتنا ضرور ہونا چاہئے تھا کہ آپ اس وقت یا تو سراقہ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے یا وہاں سے تیز نکل جانے کی کوشش کرتے لیکن آپؐ نے ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں اختیار کی۔نہ تو آپ تیز قدم ہوئے اور نہ ہی آپ نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح سراقہ کو ماردیں بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ بغیر اظہارِ خوف و ہراس اپنی پہلی رفتار پر قرآن شریف پڑھتے ہوئے چلے گئے۔وہ کون سی چیز تھی جس نے اس وقت آپؐ کے دل کو ایسا مضبوط کر دیا۔کونسی طاقت تھی جس نے آپ کے حوصلہ کو ایسا بلند کر دیا۔کونسی روح تھی جس نے آپؐ کے اندر اس قسم کی غیر معمولی زندگی پیدا کر دی؟ یہ خدا پر توکل کے کرشمے تھے اس پر بھروسہ کے نتائج تھے۔آپؐ جانتے تھے کہ ظاہری اسباب میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔دنیا کی طاقتیں مجھے ہلاک نہیں کر سکتیں کیونکہ آسمان پر ایک خدا ہے جو مجھے دیکھ رہا ہے جو ان سب اسباب کا پیدا کرنیوالا ہے پس خالقِ اسباب کے خلاف اسباب کچھ نہیں کر سکتے‘‘ (انوار العلوم جلد اوّل صفحہ 493)

لا تحزن ان اللہ معنا کے جن الفاظ میں نبی پاک ﷺ نے اپنے جانثار اور غمخوار ساتھی حضرت ابوبکرؓ کو تسلی دی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے قرآنِ مجید میں محفوظ فرما دیا ہے ان میں بھی آپؐ کے توکل کی عظیم شان مضمر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مشکل وقت آیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کہا تھا کہ گھبراؤ نہیں۔

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْن (الشعراء: 63)

یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا۔ لیکن واقعہ ہجرت میں جب پے درپے انتہائی خطرناک مواقع آئے تو آپؐ نے ہر بار اپنے ساتھی سے یہی فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنّ اللّٰہَ مَعَنَا : (سورہ توبہ: 40)

کہ گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رسولِ پاک ﷺ کے بظاہر ایک جیسے الفاظ میں بلحاظ ذاتی عجز و انکسار ایک عظیم الشان فرق ہے جو ہمارے محبوب آقا ﷺ کی عظمتِ شان کو خوب اجاگر کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ ہونے (معیت) کا ذکر پہلے کیا ہے اور رب کا ذکر بعد میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے کی عاجزانہ اور حسین ادا دیکھئے کہ آپؐ کی زبان مبارک پر پہلے اللہ کا لفظ آتا ہے اور معیت کا ذکر بعد میں۔ اس میں ایک لطیف نکتۂ معرفت ہے جو آپ ﷺ کی پاکیزہ سوچ کا غماز ہے!

اس تسلسل میں یہ بات بھی بہت ایمان افروز ہے کہ آپؐ کو خدائے قادر کی جس معیت کا وعدہ دیا گیا اس کا دائرہ آپؐ کے ساتھی کو بھی اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ معیّت کا یہ وعدہ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں بھی نہایت عظمت اور شان سے پورا ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے۔ اس سفر ہجرت

میں آپؓ اللہ کی حفاظت میں رہے۔اسکے بعد آپؓ نے مدنی زندگی میں ہر غزوہ میں بھرپور شرکت کی اور خدا تعالیٰ نے آپؓ کو دشمنوں کے ہاتھوں موت سے محفوظ رکھا۔ بعد ازاں خلافت اولیٰ کے دور میں آپؓ کی حفاظت فرمائی بلکہ چاروں خلفائے راشدین میں سے صرف ایک آپؓ ہیں جن پر دشمن حملہ کر کے آپؓ کے سلسلۂ حیات کو منقطع نہ کر سکا۔اور پھر طبعی وفات کے بعد اس وعدۂ معیت کا فیض اس شکل میں آپؓ کو عطا ہوا کہ آپؓ کو رسولِ پاک ﷺ کے پہلو میں قریب ترین جگہ پر آخری آرام گاہ نصیب ہوئی اور قرب کا یہ شرف ہمیشہ ہمیش کے لئے آپؓ کے نصیب میں لکھ دیا گیا۔

سراقہ اس تعاقب میں گھوڑے سے بار بار گرا اور سنبھلا اور بالآخر اپنا ارادہ ترک کر کے صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا۔اس کا گھوڑا ریت میں دھنس گیا تھا جو آپؐ کی دعا کی برکت سے باہر نکلا۔سراقہ نے جو کچھ دیکھا اور مشاہدہ کیا اسکی بناء پر اسے یقین کامل ہو گیا کہ بالآخر آپؐ یقیناً غالب آئیں گے۔اس خیال سے اس نے کمال دوراندیشی سے درخواست کی کہ مجھے امن کی تحریر عطا فرمائیں۔چنانچہ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ تحریر لکھ کر اسے دے دی گئی۔

یہاں ایک لمحہ کے لئے رک کر ذرا یہ سوچیے کہ اس واقعہ میں بھی توکل علی اللہ کی کیسی ارفع شان نظر آتی ہے۔آپؐ کتنی کسمپرسی اور خوف کی حالت میں، جان بچاتے ہوئے، حالتِ سفر میں ہیں۔ ہر طرف دشمن آپؐ کی تاک میں ہے اور ہر لمحہ جان کا خطرہ ہے لیکن یقین اور وثوق سے آپ کا دِل پُر ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ مقام عطا کرے گا کہ آپؐ ہی لوگوں کو امن کی ضمانت دیں گے اور بالآخر یہی تقدیر فتح مکہ کے روز بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی!

اس موقعہ پر آپؐ کے استغناء اور توکل علی اللہ کی ایک اور شان ظاہر ہوئی۔ سراقہ اس وقت آپؐ کا ممنونِ احسان تھا۔ آپؐ چاہتے تو اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ جو کہتے وہ کرنے کو تیار ہو جاتا لیکن آپ کے توکل کا کمال دیکھئے کہ آپؐ نے سراقہ سے کوئی فائدہ طلب نہیں کیا۔ نہ اس کو کوئی سزا دی بلکہ آپؐ نے تو نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ امن کی ضمانت بھی لکھ کر دی تا کہ بعد میں کبھی کوئی مسلمان اس سے انتقام لینے کا سوچ بھی نہ سکے۔ آپؐ نے اسے کوئی جھوٹی بات کہنے اور پھیلانے کو بھی نہ کہا۔ کہا تو صرف یہ کہا کہ بس ہمارے بارہ میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔

روایت میں آتا ہے کہ سراقہ نے واپسی سے قبل اپنے زادِ راہ میں سے کچھ حصہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپؐ نے ایک مشرک کی طرف سے یہ معمولی امداد بھی قبول نہ فرمائی۔ حالتِ سفر میں انسان محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے اور بالعموم ہر امداد بخوشی قبول کر لی جاتی ہے۔ لیکن رسولِ پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اپنی طبیعت کے استغناء کی وجہ سے ایک مشرک کی طرف سے ادنیٰ سا احسان قبول کرنا بھی پسند نہ فرمایا۔ آپ کا مقام محسنِ انسانیت کا تھا آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے **الید العلیا** عطا فرمایا تھا اور آپؐ نے اس ہاتھ کو ہمیشہ بالا رکھا۔

(البخاری۔ کتاب بدء الخلق باب ھجرۃ النبی ﷺ و اصحابہ الی المدینۃ۔و سیرۃ ابن ھشام و زرقانی)

سراقہ امان کی تحریر وصول کرنے کے بعد جانے لگا تو رسولِ پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے اس دشمن کو جو آپؐ کی جان لینے آیا تھا ایک ایسی نوید سنائی جسے سن کر وہ حیران وششدر رہ گیا۔ آپؐ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے؟''

(اسد الغابۃ ذکر سراقۃ۔بحوالہ سیرۃ خاتم النبیّن صفحہ ۲۴۲)

یہ ایک ایسی بات تھی کہ اُن حالات میں سوچی بھی نہ جا سکتی تھی۔ایسی نا قابلِ یقین کہ سراقہ جو اگرچہ مال و دولت کا متمنی تھا اور اسی دولت کے لالچ میں آپ کے تعاقب میں نکلا تھا لیکن جب سونے کے کنگنوں کا وعدہ دیا گیا تو یہ بات اس کے لئے بھی نا قابلِ یقین تھی۔وہ حیرت کی تصویر بن گیا اور اس نے بڑے تعجب سے پوچھا:

''کسریٰ بن ہرمز شہنشاہِ ایران؟''

آپؐ نے فرمایا:

''ہاں۔اسی بادشاہ کے سونے کے کنگن ایک دن تیرے ہاتھوں میں ہوں گے''

یہ سن کر سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ حیرت میں گم ہو گیا۔کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدو انسان اور کہاں شہنشاہِ ایران کے طلائی کنگن! کیا واقعی ایک روز ایسا ہوگا؟

سراقہ کو کیا معلوم تھا کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر اسے اور ساری دنیا کو یہ نظارہ دکھانا چاہتی ہے کہ جو شخص آج اللہ کے محبوب بندے محمد مصطفیٰ ﷺ کے خون کا پیاسا ہے اور دنیاوی دولت کے لالچ میں اس کے تعاقب میں بھاگا چلا آیا ہے یہی سراقہ ایک دن اپنا سر اسی حبیب خدا ﷺ کے پاؤں پر رکھنا اپنا فخر سمجھے گا۔وہ جو دنیا کی دولت کے لالچ میں آیا ہے، خدا اسے دین کی دولت سے مالا مال کرے گا اور بطور نشان دنیاوی دولت کی علامت کے طور پر وقت کے مشہور بادشاہ کے سونے کے کنگن اس کو عطا ہوں گے۔یہ نظارہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو کشفاً دکھایا اور آپؐ نے

کمال توکل علی اللہ سے، پورے یقین اور تحدّی کے ساتھ اسی وقت اس کا اعلان بھی کر دیا کہ یہ خدا کی بتائی ہوئی بات ہے جو اپنے وقت پر لازماً پوری ہو کر رہے گی۔اور پھر دنیا نے دیکھا کہ قریباً سترہ سال بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ بشارت لفظاً لفظاً پوری ہو کر رہی۔!

آٹھ دن کا یہ سفرِ ہجرت بظاہر ایک واقعہ دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کے بے شمار ایمان افروز جلوؤں پر مشتمل ہے۔حق یہ ہے کہ آپؐ کی ساری زندگی اور آپؐ کا ہر قول وفعل توکل علی اللہ کے خمیر سے گندھا ہوا تھا!

اختتامیہ

حضرات! آج دنیا کا ہر اسود و احمر امن وسکون اور سلامتی کا متلاشی ہے۔ہر جگہ یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ یہ مقصد کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔بظاہر اس بہت مشکل سوال کا آسان جواب یہ ہے کہ اپنے معاملات کلیۃً خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینے سے اور توکل علی اللہ کے مفہوم کو حقیقی معنوں میں اختیار کرنے سے سب کچھ نصیب ہوسکتا ہے۔حضرت مسیح پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

''یادرکھو کہ مصیبت کے زخم کے لئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں
جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے''

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۴۵)

ہماری خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ ہم اسی ہادیٔ کامل ﷺ کے پیروکار ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے ہر خُلق میں اسوۂ حسنہ قرار دیا اور جس نے مکارمِ اخلاق کی ہر چوٹی کو سر کیا۔وہ ہمارا

آقا ہے اور ہم اس کے غلام۔ دیکھو ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ نے کس طرح اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کر کے توکل علی اللہ کی بلند ترین چوٹیوں کو تاراج کیا اور اسی توکل کی برکت سے آپؐ نے مقامِ محمود پایا، نفسِ مطمئنہ آپؐ کو عطا ہُوا اور خدا تعالیٰ سے قرب اور محبت کا وہ مقام آپؐ کو نصیب ہُوا جس سے قریب تر کوئی اور مقام نہیں۔

دیکھو اور سنو! کہ آج ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی اور راستہ فلاح اور نجات کا نہیں کہ ہم ہادیٔ کامل، فخرِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پیروی کریں کہ آج ہر خیر و برکت آپؐ ہی کے قدموں سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ پس اے محمد عربی ﷺ کے غلامو! جو اس کی محبت کو اپنے سینوں میں بسانے والے ہو! اپنے اس دعویٔ محبت کو سچ کر دکھاؤ اور آپؐ کی روشن کی ہوئی راہوں پر چلتے ہوئے توکل علی اللہ کی منازل کو طے کرتے چلے جاؤ۔ یاد رکھو کہ اسی راہ سے تمہیں حقیقی نجات نصیب ہوگی اور اسی راہ سے خدا تعالیٰ کی محبت تمہیں عطا ہوگی۔ دیکھو ہمارے محبوبؐ نے ہمیں یہ نوید سنائی ہوئی ہے:

اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (۳:۳۲)

کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ خدا کرے کہ محمد عربی ﷺ (فداہ ابی و امیؓ) کے نقوشِ پا کی برکت سے ہم سب کو خدا کی محبت کی یہ لازوال دولت نصیب ہو جائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡن

زہے خلقِ کامل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''تبتل کا عملی نمونہ ہمارے پیغمبر خدا ﷺ ہیں۔ نہ آپؐ کو کسی کی مدح کی پروا، نہ ذم کی...... یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص متبتّل ہو گا متوکّل بھی وہی ہو گا....... جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ کامل متبتّل تھے ویسے ہی کامل متوکّل بھی تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اتنے وجاہت والے اور قوم وقبائل والے سرداروں کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور ان کی مخالفت سے کچھ بھی متأثر نہ ہوئے۔ آپؐ میں ایک فوق العادت یقین خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ اسی لئے اس قدر عظیم الشان بوجھ کو آپؐ نے اٹھا لیا اور ساری دنیا کی مخالفت کی اور ان کی کچھ بھی ہستی نہ سمجھی۔ یہ بڑا نمونہ ہے توکل کا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۷ ۳ صفحہ ۱ تا ۳ پرچہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء)